COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

امبا دیوی کی مورتی

اے حمید

قوس پبلی کیشنز
۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ترتیب

- سانپ کا مہرہ
- پھانسی کے سات پھندے
- امبا دیوی کی مورتی
- خطرناک خزانہ
- ناگ زندہ لاش بن گیا

قیمت -/۱۲ روپے

ناشر: مبارک انور، قوسین پبلی کیشنز، لاہور

طابع: ایچ وائی پرنٹرز، لاہور

پیارے دوستو!

مجھے خوشی ہے کہ میں محبت اور خلوص کے ساتھ واشنگٹن سے واپس آ کر آپ کی دلچسپی کے لیے عنبر ناگ ماریا کی واپسی کا سفر لکھ رہا ہوں۔ آپ بھی اسی محبت اور دلچسپی کے ساتھ اسے پڑھ رہے ہیں۔ امریکہ میں ناگ سے میری اچانک ملاقات ہو گئی آپ نے اس کا حال اس قسط میں پڑھا ہو گا جس کا نام "ناگ اور سپیرین" ہے پچھلی قسط میں ماریا میرے سمن آباد والے گھر میں آ گئی۔ ابھی عنبر سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔ ان لوگوں نے مجھے بھی اپنے سفر میں شامل کر لیا ہے اور میں کچھ پریشان سا بھی ہوں۔ کیوں کہ بہرحال میں لاہور میں رہ کر آپ دوستوں کے لیے عنبر ناگ ماریا کے پانچ ہزار سالہ سنسنی خیز سفر کی داستان لکھنا چاہتا ہوں۔ میں ان کے ساتھ لاہور چھوڑ کر آپ لوگوں کو چھوڑ کر اور اپنی اس دلچسپ کہانی کے سلسلے کو چھوڑ کر عنبر ناگ ماریا کے ساتھ ہزاروں سال کے تاریخی سفر پر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہیں جانا چاہتا اور میری کوشش یہی ہے کہ میں نہ جاؤں۔ آگے اللہ مالک ہے۔ چنانچہ پیارے دوستو! اس بار ناگ نے کمال کیا۔ لاہور آیا ہوا تھا اس نے گارڈن ٹاؤن کے ایک دسویں جماعت کے طالب علم امجد پر بھی اپنا آپ ظاہر کر دیا۔ اس نے امجد کو بھی اپنے سفر کے تھوڑے سے حصے میں شامل کر لیا اور امجد کی خواہش پر اسے ساتھ لے کر تین سو سال پیچھے مغلیہ عہد میں شہنشاہ اکبر کے زمانے میں نکل گیا۔ کیوں کہ امجد نے ناگ سے خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے کہ انارکلی کو شہنشاہ اکبر کے حکم سے کیسے دیوار میں زندہ دفن کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ امجد نے یہ دردناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کے بعد کیا ہوا اور امبا دیوی کی پراسرار موتی کو ہاتھ لگانے سے ماریا کہاں غائب ہو گئی۔ اور پھر ناگ کی طاقت کس نے ختم کر دی؟

یہ سب کچھ جاننے کے لیے جلدی سے کتاب کا صفحہ پلٹ کر پڑھنا شروع کیجیے۔

آپ کا دوست

سانپ کا مہرہ

امجد نے ناگ کو اپنی دوسری خواہش بیان کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے سکول میں تاریخ کی کتاب میں پڑھا تھا کہ شہنشاہ اکبر نے اپنے دربار کی ایک کنیز کو جس کا نام انارکلی تھا دیوار میں زندہ چنوا دیا تھا۔ تب سے میرے دل میں انارکلی کو دیکھنے کی بڑی حسرت ہے۔ میں یہ بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ جب اسے دیوار میں زندہ چنوایا گیا تو اس کے جذبات کیا تھے اور اس کے اردگرد کیسے لوگ کھڑے تھے اور یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ کیا تم مجھے یہ سارا ڈرامہ ایک بار پھر دکھا سکتے ہو؟"

ناگ نے کہا:

"کیوں نہیں امجد! میں تمہیں شہنشاہ اکبر کے دربار میں لیے چلتا ہوں۔ جہاں اس نے انارکلی کو دیوار میں چنوا دینے کا حکم دیا تھا۔ کیا تم تاریخ کے اس زمانے میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جانے کو تیار ہو؟"

امجد نے پوچھا:

"کیا میں تاریخ کے اس زمانے سے نکل کر دوبارا اپنے گھر گارڈن ٹاؤن واپس آ جاؤں گا؟"

"ضرور واپس آ جاؤ گے۔ میں تمہیں اپنے ساتھ واپس لاؤں گا۔"

امجد بولا:

"واپسی پر یہاں زمانہ تو نہیں بدل گیا ہو گا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہو گا کہ جب میں لاہور کے زمانے میں واپس آؤں تو میری چھوٹی بہنیں بوڑھی ہو چکی ہوں اور بوڑھے ماں باپ انتقال کر چکے ہوں؟"

ناگ مسکرایا:

"نہیں ― ایسا نہیں ہو گا۔ اس کی میں ضمانت دیتا ہوں۔"

امجد بڑا خوش ہوا:

"تو پھر میں تمہارے ساتھ شہنشاہ اکبر کے دربار میں جانے کو تیار ہوں۔"

ناگ نے کہا:

"تو پھر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر آنکھیں بند کر لو اور جب تک میں نہ کہوں آنکھیں نہ کھولنا۔"

"لو کے" امجد نے کہا۔

اس نے اپنا ہاتھ ناگ کے ہاتھ میں دے دیا اور خدا کا نام لے کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھیں بند کرنے کے بعد امجد کا خیال تھا کہ اسے کوئی ہلکا سا جھٹکا ضرور لگے گا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ صرف اسے یوں لگا جیسے اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ہے اور وہ ہوا میں کھڑا ہے۔ اس کا دل چاہا کہ آنکھیں کھول کر دیکھے کہاں جا رہا ہے مگر فوراً ناگ کی بات یاد آ گئی کہ آنکھیں ہرگز مت کھولنا۔ امجد نے آنکھیں بند رکھیں۔ اب اسے گرمی سی لگنے لگی۔ جیسے دھوپ میں آ گیا ہو۔ تھوڑی دیر بعد پھر ٹھنڈی ہوا کا احساس ہوا۔ پھر اس نے اپنے پاؤں تلے زمین کو محسوس کیا اور گھوڑوں کے دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ ناگ کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا اور ابھی اس نے امجد کو آنکھیں کھولنے کے لیے نہیں کہا تھا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز دور ہو گئی۔ زمین اس کے پاؤں تلے پیچھے جا رہی تھی۔ پھر اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس نے نرم نرم قالین پر پاؤں رکھ دیئے ہوں۔ اسے لوگوں کے آہستہ آہستہ باتیں کرنے کی آوازیں آنے لگیں۔ اس نے فضا میں گلاب، عطر اور روح کیوڑے اور اگربتیوں کی خوشبو محسوس کی۔

اسے ناگ کی آواز سنائی دی:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"امجد! آنکھیں کھول دو۔"

امجد نے آنکھیں کھولیں تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ ایک بہت عظیم الشان شاہی دربار میں ایک طرف ستون کے پاس کھڑا ہے۔ درباری مغل لباس پہنے شاہی تخت کے سامنے قطاروں میں ہاتھ باندھے کھڑے ہیں اور دھیمی دھیمی آواز میں ایک دوسرے سے باتیں کر رہے ہیں۔ آگے موتی جڑی کرسیوں کی قطار پر دربار کے نورتن بیٹھے ہیں۔

ناگ نے کہا،

"یہ شہنشاہ اکبر کا دربار ہے۔ ظلِ سبحانی ابھی تشریف نہیں لائے۔ آج انارکلی کی زندگی یا موت کا فیصلہ ہو گا۔"

امجد نے کہا:

"اس دربار میں تو کوئی غیر آدمی داخل نہیں ہو سکتا پھر یہ ہمیں کس طرح برداشت کر رہے ہیں؟"

ناگ مسکرایا،

"یہ ہمیں نہیں دیکھ سکتے۔ ہم ان کی نظروں سے غائب ہیں۔"

اتنے میں حاجبوں نے بلند آواز سے شہنشاہ اکبر کے آنے کا اعلان کیا۔

"باادب باملاحظہ ہوشیار۔ نگاہیں روبرو۔ باادب ظلِ سبحانی۔ شہنشاہِ کشورِ دوران حضرت جلال الدین اکبر تشریف لا رہے ہیں۔"

ایک سرخ چہرے اور بڑی بڑی بارعب مونچھوں والا بادشاہ شاہی لباس پہنے سر پر موتیوں جواہرات کا تاج رکھے امرا کے ساتھ دربار میں نمودار ہوا۔ نورتن کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب کی گردنیں جھک گئیں۔ شہنشاہ تخت پر بیٹھا تو نورتن بھی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ تخت پر بیٹھنے کے بعد شہنشاہ اکبر نے ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کیا۔ ایک قاضی صاحب اٹھ کر تخت کے پاس آئے اور انارکلی کے خلاف فردِ جرم پڑھ کر سنائی۔ شہنشاہ اکبر نے فردِ جرم سن کر کہا:

"ہم اس گستاخ کنیز کو دیوار میں زندہ چنوا دینے کا حکم دیتے ہیں۔"

دربار میں خاموشی چھا گئی۔

شہنشاہ نے پھر کہا:

"انارکلی کو صبح ہونے سے پہلے پہلے دیوار میں زندہ چن دیا جائے۔ دربار برخاست کیا جاتا ہے۔"

اتنا کہہ کر شہنشاہ اکبر اٹھ کر واپس چلے گئے۔

درباری آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ نے امجد سے کہا:

"انار کلی کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ کیا تم اسے دیکھو گے؟"

"ہاں — وہ کہاں ہو گی؟"

"جیل خانے میں۔ آؤ میرے ساتھ۔"

ناگ نے امجد کو ساتھ لیا اور دربار سے نکل کر قلعے کی مختلف سیڑھیاں چڑھنے اترنے کے بعد وہ ایک قید خانے کے دروازے کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ دروازے پر مغل سپاہی ننگی تلواریں لیے پہرہ دے رہے تھے۔ سلاخوں کے پیچھے چراغ جل رہا تھا۔ اس کی روشنی میں امجد نے ایک خوب صورت عورت کو دیکھا کہ بال کھلے ہیں اور سر دیوار سے لگائے آنکھیں بند کیے اداس بیٹھی ہے۔ اتنے میں شاہی دربار کے ہرکارے نے آ کر انار کلی کو بتایا کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے اسے دیوار میں زندہ چن دیا جائے گا۔

انار کلی نے آنکھیں کھول کر ہرکارے کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر اداس مسکراہٹ ظاہر ہوئی۔ اس نے چھت کی طرف آنکھیں اٹھا کر کہا:

"جو میرے خدا کو منظور۔ میں اس کی رضا میں راضی ہوں۔"

امجد نے ناگ سے کہا:

"انکل ناگ! کیا آپ انار کلی کو بچا نہیں سکتے۔ یہ بڑا ظلم ہے کہ ایک عورت کو دیوار میں زندہ گاڑ دیا جائے۔"

ناگ نے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے کہا:

"امجد! میں نے تمہیں پہلے خبردار کیا تھا کہ اگر تم تاریخ کے پرانے دور میں جا رہے ہو تو کسی واقعے میں دخل دینے کی کوشش نہ کرنا۔ کیوں کہ اگر ہم نے کسی واقعے میں دخل دیا تو تاریخ کا سارا سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا۔ واقعات کی کڑیاں بکھر جائیں گی۔ اور اس کا اثر ہم تک پہنچے گا اور ہو سکتا ہے کہ ۱۹۸۴ء کی ماڈرن دنیا کے ہزاروں لاکھوں لوگ اس اثر کے نتیجے میں موت کی نیند سو جائیں۔ اس لیے دیکھتے جاؤ اور خاموش رہو۔"

امجد خاموش ہو گیا۔

ناگ نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا:

"آؤ اب میں تمہیں وہ جگہ دکھاتا ہوں جہاں انار کلی کو پو پھٹے دیوار میں چنا جائے گا۔"

وہ شاہی قلعے سے باہر نکل کر پیچھے ایک وسیع "باغ" کی گراؤنڈ میں آ گئے۔ یہاں ایک چبوترہ بنا تھا۔ چبوترے کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فرش پہ اینٹوں کا ڈھیر پڑا تھا۔ اور کڑاہیوں میں دیوار بنانے کا مصالحہ تیار کیا جا رہا تھا۔

ناگ بولا:

"اس چبوترے کے فرش پہ انار کلی کو کھڑا کر کے اس کے ارد گرد چار دیواری بنا کر اوپر چھت ڈال دی جائے گی اور انار کلی ہوا کے نہ ملنے کی وجہ سے دم گھٹ کر ہلاک ہو جائے گی۔"

امجد بولا:

"پرانے بادشاہ کس قدر ظالم ہوا کرتے تھے۔ کاش میں اس زمانے میں ہوتا۔ پھر میں اس کی ضرور مدد کرتا۔ اس کی جان بچا کر یہاں سے بھگا کر لے جاتا۔"

ناگ نے کہا:

"تم آگے کے زمانے میں جا کر اس قسم کی باتیں سوچ رہے ہو۔ اگر تم اس زمانے میں ہوتے تو ہو سکتا ہے کہ تم بھی اس کی موت پر اداس نہ ہوتے جیسا کہ یہاں کوئی درباری اداس و غمگین نہیں ہے؟"

امجد بولا:

"خدا کا شکر ہے کہ میں اس زمانے میں پیدا نہیں ہوا میں ایک بے کس عورت کے ساتھ یہ ظلم ہوتا نہیں

دیکھ سکتا تھا؟"

اگرچہ ناگ نے امجد کو سختی سے منع کر رکھا تھا کہ وہ تاریخ کے گزرے ہوئے واقعات میں دخل نہ دے لیکن اس نے دل میں انار کلی کو بچانے کا فیصلہ کر لیا تھا خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ نکلے۔ یہ بڑا خطرناک فیصلہ تھا۔ اس کا نتیجہ بڑا بھیانک نکل سکتا تھا۔ مگر امجد فیصلہ کر چکا تھا کہ تاریخ کا رخ موڑ دے گا۔ اور انار کلی کو زندہ دفن نہیں ہونے دے گا۔ وقت گزر رہا تھا۔ ناگ اور امجد چبوترے کے پاس کھڑے تھے اور شاہی راج مزدور دیوار بنانے کا مصالحہ تیار کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

بارہ بجنے والے تھے کہ ایک طرف سے مغل دربار کے سپاہی انار کلی کو لے کر نمودار ہوئے۔ انار کلی کو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ وہ غم زدہ تھی اور چہرے کا رنگ زرد تھا۔ شاہی دربار کا قاضی چبوترے کے پاس کرسی پہ آ کر بیٹھ گیا۔ دوسرے درباری اور سپاہی قطار بنا کر کھڑے ہو گئے۔ انار کلی کو چبوترے پہ لا کر درمیان میں کھڑا کر دیا گیا۔ اس کی زنجیریں اتار دی گئیں۔

راج مزدوروں نے قاضی کا حکم پاتے ہی انار کلی کے ارد گرد چار دیواری بنانی شروع کر دی۔ راج بڑی تیزی سے چونے مددگار کی مدد سے اینٹوں کی قطار چن رہے تھے۔ دیکھتے دیکھتے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چار دیواری انار کلی کے کندھوں تک پہنچ گئی، پھر اُس کی گردن تک جا پہنچی اور پھر انار کلی کا سر چار دیواری میں چھپ گیا۔ اس کے بعد انار کلی کے سر کے اوپر چھت ڈال کر اوپر اینٹیں چن دی گئیں۔ کچھ دیر تک شاہی قاضی اور سپاہی وہاں بیٹھے رہے کہ اینٹوں کا چونا سوکھ جائے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ چار دیواری جس میں انار کلی کو زندہ دفن کیا گیا ہے سوکھ گئی ہے تو وہ وہاں سے رخصت ہو گئے۔

ناگ نے کہا:

"انار کلی زندہ دفن ہو گئی ہے۔ تم جو دیکھنا چاہتے تھے تم نے دیکھ لیا۔ تمہاری دوسری خواہش میں نے پوری کر دی ہے۔ اب آؤ اپنے زمانے میں واپس چلتے ہیں۔"

لیکن امجد نے دل میں کچھ اور ہی فیصلہ کر رکھا تھا۔ اس کا ذکر اس نے ناگ سے نہیں کیا تھا۔

اس نے ناگ سے کہا:

"ٹھیک ہے۔ میں جو دیکھنا چاہتا تھا میں نے دیکھ لیا۔ تاریخ کا تقاضا پورا ہو گیا۔ میں واپس اپنے زمانے میں جانے کو تیار ہوں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ جاتے جاتے ایک بار دہلی کے شاہی قلعے کے

سب سے بلند مینار پر کھڑے ہو کر شہر کا نظارہ کر لوں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے انکل ناگ؟"

ناگ نے کچھ سوچ کر کہا:

"ہو سکتا ہے۔ مگر ہمیں زیادہ دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

امجد بولا:

"بس میں مینار پر کھڑے ہو کر شہر کو ایک نظر دیکھوں گا اور پھر ہم واپس چلے جائیں گے۔"

"آؤ میرے ساتھ۔"

ناگ نے امجد کو ساتھ لیا اور شاہی قلعے کی جانب روانہ ہو گیا۔ شاہی قلعے کے سب سے بلند مینار والا دروازہ وہاں سے کافی دور تھا۔ ناگ نے ایک جگہ ایک گھوڑے کو درخت کے ساتھ بندھے ہوئے دیکھا۔ ناگ نے وہ گھوڑا کھولا۔ امجد کو پیچھے بٹھایا اور گھوڑا دوڑاتا شاہی قلعے کے بڑے دروازے کی طرف چل دیا۔ ابھی صبح کی روشنی پوری طرح سے نہیں پھیلی تھی اور اندھیرا تھا۔ ناگ نے قلعے کے بڑے دروازے کے قریب پہنچ کر گھوڑا روک دیا۔ گھوڑے سے نیچے اترا اور امجد سے کہا:

"تم ایک پل کے لیے یہیں ٹھہرو۔ میں یہ دیکھ کر آتا ہوں کہ بڑے دروازے پر کتنے سپاہی پہرہ دے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہے ہیں۔ کیوں کہ اگرچہ ہم غائب ہیں۔ ہمیں کوئی نہیں دیکھ سکتا لیکن مجھے معلوم ہے کہ اس دروازے پر شاہی نجومی نے طلسم پڑھ کر پھونک رکھا ہے؟"

یہ کہہ کر ناگ چلا گیا۔ امجد اسی موقع کی تلاش میں تھا جونہی ناگ اندھیرے میں نظروں سے اوجھل ہوا اس نے گھوڑے کو واپس موڑا۔ اسے ایڑھ لگائی اور دوڑاتا ہوا واپس اس چبوترے کی طرف روانہ ہو گیا، جہاں انارکلی کو چار دیواری میں زندہ دفن کر دیا گیا تھا۔ اس نے وہاں پہنچ کر درختوں میں گھوڑے کو چھوڑ دیا اور خود چبوترے کے پاس آ گیا۔ چار دیواری ویسے ہی کھڑی تھی۔ پہرہ دینے والے سپاہی جا چکے تھے۔ صرف ایک آدمی چبوترے کے ارد گرد گھوم پھر کر چوکیداری کر رہا تھا۔

امجد اس کے قریب آ گیا۔ مگر چوکیدار امجد کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ امجد کے پاس وقت بہت کم تھا۔ چار دیواری میں تازہ ہوا ختم ہو رہی تھی اور انارکلی کی زندگی کا دیا آہستہ آہستہ گل ہو رہا تھا۔ امجد اسے جتنی جلدی ہو سکے تازہ ہوا پہنچا کر وہاں سے فرار کروا دینا چاہتا تھا۔ اسے یہ بھی ڈر تھا اگر ناگ اس کی تلاش میں وہاں پہنچ جائے گا۔ امجد نے چبوترے کے پاس سے ایک اینٹ اٹھائی اور چوکیدار کے سر پر بس اتنی زور سے ماری کہ جس سے وہ بے ہوش ہو جائے۔ چوکیدار چکرا

کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

امجد بھاگ کر چبوترے پر چڑھ گیا اور اس نے اس اینٹ سے چار دیواری کی ایک جگہ سے اینٹیں توڑنی شروع کر دیں۔ مصالحہ ابھی اتنا نہیں سوکھا تھا۔ تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد دیوار کی ایک اینٹ اکھڑ گئی۔ امجد نے دوسری اور تیسری اینٹ بھی اکھاڑ ڈالی اور اندر منہ ڈال کر کہا:

"انارکلی! زور زور سے سانس لو۔ میں تمہیں یہاں سے نکالنے آیا ہوں"

امجد نے باقی اینٹیں بھی اکھاڑنی شروع کیں۔ اچانک اسے محسوس ہوا کہ چار دیواری اندر سے خالی ہے اور وہاں کوئی نہیں ہے۔ امجد نے جہاں سے چھ سات اینٹیں اکھاڑی تھیں اس جگہ میں منہ ڈال کر اندر دیکھا۔ انارکلی وہاں نہیں تھی۔ وہ پریشان بھی ہوا اور خوش بھی۔ اس کا مطلب تھا کہ کسی نے انارکلی کو اس کے آنے سے پہلے ہی نکال لیا تھا مگر چار دیواری کی اینٹیں تو کہیں سے بھی ٹوٹی ہوئی نہیں تھیں پھر انارکلی کو باہر کیسے نکالا گیا تھا۔ امجد نے دیوار میں سے نکالی ہوئی اینٹیں دوبارہ دیوار میں لگا کر مصالحہ تھوپ دیا تاکہ کسی کو یہ نہ پتہ چلے کہ اینٹیں اکھاڑی گئی تھیں۔

امجد کو گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ صبح کی ہلکی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہلکی روشنی چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ امجد نے دیکھا کہ ناگ ایک دوسرے گھوڑے پر سوار چبوترے کی طرف کی چلا آ رہا ہے۔ امجد وہاں سے بھاگنے لگا تو ناگ نے آواز دی۔

"امجد! تم دوسروں کے لیے غائب ہو مگر میں تمہیں دیکھ رہا ہوں تم مجھ سے چھپ کر کہیں نہ جا سکو گے۔"

امجد رُک گیا۔

ناگ اس کے قریب آ گیا:

"تم وہاں سے کیوں بھاگ آئے تھے؟ اور اس چوکیدار کو کس نے بے ہوش کیا ہے؟"

امجد نے ناگ کو سب کچھ بتا دیا۔

ناگ نے کہا:

"تم نے دیوار کی اینٹیں اکھاڑ کر ایک بہت خطرناک قدم اٹھایا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ تم انارکلی کو زندہ باہر نکالنے میں کامیاب نہیں ہوتے۔ مگر سوال یہ ہے کہ انارکلی کہاں چلی گئی؟ کیا تاریخ میں جو کچھ لکھا ہوا ہے کہ انارکلی کو زندہ دفن کر دیا گیا تھا غلط ہے؟"

امجد نے کہا:

"اگر تاریخ کے واقعات ۱۹۸۳ء کے زمانے تک درہم برہم نہیں ہوتے تو پھر انارکلی کو دیوار میں زندہ نہیں

چنا گیا تھا۔ اسے فرار کروا دیا گیا تھا مگر تاریخ اس سے بے خبر ہے۔"

ناگ سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے امجد سے کہا:

"میرے ساتھ آؤ۔"

ناگ نے چبوترے کے چاروں طرف گھوم پھر کر زمین پر جگہ جگہ پاؤں زور زور سے مارے۔ ایک جگہ اسے زمین کے اندر سے آواز کی ہلکی سی گونج سنائی دی۔

ناگ نے امجد کی طرف دیکھ کر زمین کی طرف اشارہ کیا اور کہا:

"اس کے نیچے ضرور کوئی سرنگ ہے۔ مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ چبوترے کے نیچے سرنگ بنائی گئی تھی۔ یا شہزادہ جہانگیر نے اہل دربار سے مل کر چبوترہ اس جگہ بنوانے کی سازش کی تھی کہ جس کے نیچے سرنگ تھی۔ جب انارکلی کو دیوار میں چن کر اوپر چھت ڈال دی گئی تو جہانگیر شہزادے کے آدمیوں نے جو پہلے سے سرنگ میں موجود تھے چبوترے کے فرش کو نیچے سے کھول کر انارکلی کو سرنگ میں اتار کر فرش کو دوبارہ بند کیا اور انارکلی کو زندہ سلامت لے کر فرار ہو گئے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

امجد نے کہا:

"اور اس کا ثبوت خالی چار دیواری ہے۔"

"بالکل" ناگ بولا:

"اب تم میرے ساتھ آؤ۔ میں اس خیال کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔"

امجد اور ناگ گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ ناگ آگے آگے تھا اور امجد اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ ناگ گھوڑا دوڑائے چلا جا رہا تھا۔ آگے دریا آ گیا۔ دریا کے کنارے پر درختوں کا ایک گھنا جنگل تھا۔ ناگ نے گھوڑے سے اتر کر امجد کو ساتھ لیا اور درختوں کے گھنے جنگل میں سرنگ کا منہ تلاش کرنے لگا۔ ایک جگہ ٹیلا ملا جس پر جنگلی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ یہاں ناگ کو گھوڑوں کے سموں کے نشان دکھائی دیئے۔ یہ بھاگتے ہوئے گھوڑوں کے سموں کے نشان تھے۔ ناگ نے امجد کو وہ نشان دکھاتے ہوئے کہا:

"یہ چار پانچ گھوڑوں کے سموں کے نشان ہیں۔ غار کا منہ اسی ٹیلے میں کسی جگہ پر ہے۔ انارکلی کو یہاں سے نکال کر گھوڑے پر سوار کرا کر بھگایا گیا تھا۔"

امجد نے کہا:

"ہمیں سرنگ کا منہ تلاش کرنا چاہیئے۔"

ناگ کہنے لگا:

"اس کی اب ضرورت نہیں۔ ہمیں گھوڑوں کے قدموں کے نشان کے ساتھ ساتھ چل کر انارکلی کو زندہ حالت میں دیکھ کر تسلی کرنی چاہیے کہ اسے فرار کروا دیا گیا تھا۔"

ناگ نے امجد کو ساتھ لیا اور گھوڑوں کے سموں کے نشان کے ساتھ ساتھ دریا کنارے مغرب کی طرف بڑھنے لگے گھوڑوں کے سموں کے نشان دریا میں اتر گئے۔ ناگ اور امجد نے بھی گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ دریا پار کیا تو دیکھا کہ ریت پر گھوڑوں کے قدموں کے نشان پھر سے شروع ہو گئے تھے آگے جنگلی درختوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ آ گیا۔

ناگ نے کہا:

"یہاں گھوڑوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور آگے پیدل چلتے ہیں۔"

گھوڑے وہیں چھوڑ کر ناگ اور امجد پیدل ہی درختوں کے گھنے ذخیرے میں چلنے لگے۔ چلتے چلتے جب انہیں کافی دیر ہو گئی اور وہ درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں آگے کوئی راستہ نہیں تھا تو ناگ نے امجد سے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"انارکلی کو یہیں کہیں چھپا دیا گیا ہے۔"

انھوں نے چھپی ہوئی کمین گاہ یا تہہ خانے کی تلاش شروع کر دی۔ آخر ناگ کے کان میں کسی کے بات کرنے کی آواز آئی۔ ناگ نے ادھر دیکھا جدھر سے آواز آئی تھی اور امجد کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ جھاڑیاں قدم قدم پر راستہ روک رہی تھیں، لیکن چونکہ ناگ اور امجد غائب تھے اس لیے انھیں کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ آواز ایک بار پھر آئی۔ کوئی کسی کو دروازہ کھولنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ ناگ اور امجد لپک کر اس جگہ پہنچ گئے۔ یہاں جھاڑیوں اور درختوں کے درمیان ایک اینٹ گارے سے بنی ہوئی ایک کوٹھڑی تھی جس کا دروازہ بند تھا۔ ایک آدمی جس کی کمر میں تلوار لٹکی ہوئی تھی اور سر پر عمامہ تھا اور لمبی عبا پہنے ہوئے تھا کوٹھڑی کے باہر کھڑا بے تابی سے ٹہل رہا تھا۔ اتنے میں دروازہ کھل گیا۔

جو آدمی باہر کھڑا تھا اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ناگ اور امجد بھی کوٹھڑی میں چلے گئے۔ کوٹھڑی میں دیا جل رہا تھا جس کی روشنی میں ناگ اور امجد دونوں نے انارکلی کو دیکھا کہ چارپائی پہ شہزادہ جہانگیر کے ساتھ بیٹھی تھی۔ دونوں بہت خوش تھے۔ آنے والے شخص نے

ادب سے جھک کر دونوں کو سلام کیا اور شہزادے سے کہا:

"شہزادہ معظم! سب انتظام ہو گیا ہے۔ وفادار گھوڑ سواروں کا چاق و چوبند دستہ انارکلی کو یہاں سے لے جا کر جنوبی ہند میں محفوظ مقام تک لے جانے کے لیے تیار کھڑا ہے۔"

شہزادے جہانگیر نے آنے والے کا شکریہ ادا کیا اور انارکلی سے کہا:

"انارکلی! میرے وفادار سپاہی تمھیں جنوبی ہند کے ایک شہر میں حفاظت سے پہنچا دے گا۔ وہاں میرے باپ شہنشاہ اکبر کے ہاتھ تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ تم وہاں آزاد ہو گی۔ تمھارے جانے کے بعد میں بھی وہاں آ جاؤں گا۔"

انارکلی نے خوشی سے شہزادے کے ہاتھ چوم لیے۔

وہ دونوں اٹھے اور کوٹھڑی سے باہر نکل گئے۔

ناگ نے امجد سے کہا:

"تاریخ نے جھوٹ بولا تھا۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ انارکلی کو دیوار میں زندہ دفن ہونے سے بچا لیا گیا تھا۔ اب ہمیں اسے بچانے اور تاریخ کے واقعات کو درہم برہم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

امجد مسکرا رہا تھا۔ وہ خوش تھا کہ انار کلی کی جان بچ گئی
تھی۔ ناگ نے کہا:

"کیا اب تم واپس جانے کے لیے تیار ہو؟"

امجد بولا:

"ہاں! اب میرا یہاں کوئی کام نہیں۔ میں واپس اپنے
زمانے ۱۹۸۳ء میں جانا چاہتا ہوں۔ میری دوسری
خواہش پوری ہو چکی ہے۔"

ناگ نے امجد کو اپنے ساتھ لیا اور کوٹھڑی سے باہر
ایک جگہ پتھروں کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا:

"اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر آنکھیں بند کر
لو۔ اس بار بھی تم جب تک میں نہ کہوں اپنی
آنکھیں مت کھولنا!"

امجد نے اپنا ہاتھ ناگ کے ہاتھ میں دے دیا اور آنکھیں
بند کر لیں۔ ناگ نے کہا:

"کیا تم جانے کے لیے تیار ہو؟"

"بالکل تیار ہوں!"

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ امجد کو اپنے اردگرد گہری
خاموشی کا احساس ہوا۔ پھر اسے اپنے پاؤں تلے سے زمین
نکلتی محسوس ہوئی۔ ایک بار پھر اس کا جسم گرم ہونے لگا۔

جیسے وہ دھوپ میں آ گیا ہو۔ تھوڑی دیر بعد ٹھنڈی ہوا کا
احساس ہوا اور اس کے پاؤں زمین پر لگ گئے۔ اسے
ناگ کی آواز سنائی دی:

"امجد! آنکھیں کھول لو۔"

امجد نے آنکھیں کھولیں تو وہ اپنے گارڈن ٹاؤن والے
مکان کے باہر ذرا فاصلے پر درختوں کے نیچے پتھر کے
پل کے پاس کھڑا تھا۔ اردگرد کوٹھیوں میں اسی طرح روشنی
ہو رہی تھی۔

اس نے ناگ کی طرف دیکھ کر پوچھا:

"ہمیں کتنی دیر لگی ہے انکل ناگ؟"

ناگ بولا:

"شاید ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت لگا ہے۔"

امجد دنگ سا ہو کر رہ گیا:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم تاریخ کے ایک پرانے دور
میں پہنچے۔ ہم نے وہاں کم از کم دس بارہ گھنٹے بسر
کیے اور جب واپس اپنی ۱۹۸۳ء کے لاہور کی
دنیا میں آئے تو ایک سیکنڈ بھی نہیں گزرا تھا۔"

ناگ نے کہا:

"یہ خدا کی قدرت ہے اور تمہارے اسی زمانے کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایک سائنس داں آئن سٹائن نے خدا کی اس قدرت کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ ثابت بھی کر دیا ہے "

اس کے بعد ناگ نے امجد سے کہا،

"اب مجھے اجازت دو۔ رات ہو رہی ہے۔ چاند نکل آیا ہے۔ مجھے ایک اور فرض ادا کرنا ہے "

امجد نے کہا،

"انکل ناگ! مجھے آپ سے بڑی عقیدت ہو گئی ہے، کیا کبھی پھر بھی آپ سے ملاقات ہو سکتی ہے؟"

ناگ نے کہا،

"میں، عنبر اور ماریا، ہمیشہ ایک زمانے میں نہیں رہتے۔ آج اس زمانے میں ہیں تو ہو سکتا ہے وقت کے سمندر کی کوئی لہر ہمیں یہاں سے اٹھا کر پانچ سو برس آگے یا پیچھے کے زمانے میں پھینک دے جس طرح کہ عنبر اس وقت ہو سکتا ہے اب سے سات سو برس آگے کے زمانے میں ہو۔ ہمارا سفر اسی طرح جاری رہتا ہے۔ ہم تینوں ساتھی تاریخ کے سنسنی خیز واقعات میں سے گذرتے ہوئے پانچ ہزار برس کے واپسی کے سفر پر رواں دواں ہیں۔

تم مجھے کہاں مل سکو گے۔ خدا جانے کل میں تمہارے ۱۹۸۲ء کے لاہور میں ہوں گا یا چار ہزار برس پہلے کے کسی فرعون کے دربار میں ہوں گا "

مگر امجد ضد کرنے لگا کہ اسے ناگ کوئی ایسی نشانی دے جائے کہ جس کی مدد سے وہ ناگ کو کسی وقت دوبارا بھی مل سکے، یا کم از کم اسے دیکھ ہی سکے کہ وہ کس زمانے میں ہے اور کیا کر رہا ہے۔

ناگ نے مسکرا کر کہا،

"تم بہت ضدی ہو اور تم سے مجھے اپنے بچے کی طرح پیار بھی ہو گیا ہے۔ تمہیں مجھ سے جو عقیدت اور پیار ہے اس کو دیکھتے ہوئے میں تمہاری اس خواہش کو بھی پورا کرتا ہوں "

امجد بڑا خوش ہوا۔ ناگ نے پتلون کی جیب سے سبز رنگ کا گول سا ایک مہرہ نکال کر امجد کو دیا جو ایک منکے کی شکل کا تھا۔ اس نے امجد سے کہا،

"اس منکے کو اپنے گلے میں ڈالے رکھو۔ نہ صرف یہ کہ دنیا کے زہریلے سے زہریلے سانپ کے زہر کا تم پر اثر نہیں ہو گا بلکہ سانپ تمہارے غلام بن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"جائیں گے اور جس کسی کو سانپ کاٹ لے اس کو
یہ مہرہ تندرست کر دے گا۔ جب مجھ سے ملنا چاہو
اسے پتھر پر ذرا سا رگڑ دینا۔ مگر یاد رکھنا! اسے صرف
اشد ضرورت کے وقت پتھر پر گھسنا۔"

امجد نے مہرہ لے کر ناگ کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

"ان شاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا۔"

ناگ بولا:

"اب تم اپنے گھر جاؤ۔ تمہاری بہن بالکل اچھی ہو
جائے گی اچھا دوست! پھر کسی اور زمانے میں
ملاقات ہو گی۔"

اتنا کہہ کر ناگ نے ایک گہرا سانس لیا اور غائب ہو گیا
اور ایک ننھی سی چڑیا کی شکل میں امجد کے سر کے اوپر دو
تین بار پھڑپھڑاتے ہوئے چکر لگا کر دریائے راوی کی طرف
روانہ ہو گیا۔ امجد حیران کھڑا تھا کہ کوٹھی کی طرف سے اس کے
باپ کی آواز آئی:

"امجد! حکیم صاحب سے کہو کھانا تیار ہے آ کر
تناول فرما لیں۔"

امجد نے اپنے والد کے پاس جا کر کہا:

"ڈیڈی حکیم صاحب جا چکے ہیں۔"

"ارے! انہیں کھانے کے لیے تو روکنا تھا۔"

امجد نے جواب دیا:

"وہ نہیں رکے۔ کہنے لگے مجھے ضروری کام ہے۔"

"اور یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟" اس کے ڈیڈی نے پوچھا۔

امجد نے کہا:

"مہرہ ہے ڈیڈی! حکیم صاحب نے دیا ہے۔ کہتے تھے
اسے گلے میں ڈال لینا۔ نہیں کسی کی بری نظر نہیں
لگے گی اور اس کے اثر سے تمہاری بہن کی صحت
بھی اچھی ہو جائے گی۔"

"بھئی حکیم صاحب تو کوئی نیک روح تھے۔ آؤ بیٹا تم
کھانا کھا لو۔ تمہاری والدہ اور بہنیں انتظار کر رہی ہیں۔"

اور امجد ناگ کے مہرے کو جیب میں ڈال کر کوٹھی میں داخل ہو گیا۔

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پھانسی کے سات پھندے

ناگ وہاں سے سیدھا مقبرہ جہانگیر راوی کے پار آ گیا۔ دریا کے دوسرے کنارے پر چودھویں کے چاند کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ دریا کی سطح چاندنی میں چمک رہی تھی۔ وہ وقت تھا جس کے لیے بزرگ القادری نے ناگ سے کہا تھا کہ وہ دریائے راوی کے دوسرے کنارے پر شمال کی جانب جو باغ ہے وہاں دریا کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے اور پانچ بار مسلمان بزرگ یاقوت یمانی کا دل میں نام دہرائے اور انہوں نے سختی سے خبردار کیا تھا کہ سانپ کا خیال دل سے نکال دے اور کسی سانپ سے بات کرنے کی بھی کوشش نہ کرے۔

دریا کے دوسرے کنارے پر آ کر ناگ نے دیکھا کہ شمال کی جانب آموں کی ایک گھنا باغ ہے۔ باغ میں دریا کے رُخ پر ایک پرانی بارہ دری ہے۔ ناگ نے انسانی شکل اختیار کی اور بارہ دری میں دریا کی طرف منہ کر کے

فرش پر بیٹھ گیا۔ رات چاندنی تھی۔ ارد گرد خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کسی پرندے تک کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ ناگ نے اپنے ذہن سے سانپوں کا خیال تک نکال دیا۔ چاندنی رات میں دریا کے ذخیرے کی جانب سے اسے سانپ کی سیٹی کی آواز آئی۔ ناگ نے سخت غصے کے ساتھ اسے حکم دیا کہ ذخیرے سے نکل کر دفع ہو جائے۔ جدھر سے سانپ کی سیٹی کی آواز آ رہی تھی اُدھر ایک پھڑپھڑاہٹ سی ہوئی اور ایک لمبا کالا سانپ تیزی سے جھاڑیوں میں سے نکل کر دریا میں چھلانگ لگا کر دوسرے کنارے کی طرف بھاگ گیا۔

ناگ نے اس سانپ کا خیال بھی دل سے نکال دیا۔ یہاں تک کہ وہ یہ بھی بھول گیا کہ وہ خود بھی ایک سانپ ہے۔ جب اس کا دل اور دماغ بالکل صاف ہو گئے تو اس نے سب سے پہلے خدا کا نام لیا۔ خدا سے دعا کی کہ اے اللہ! میں تیری اجازت اور تیرے حکم سے تیرے ایک نیک بندے کی روح سے ملنے والا ہوں۔ تاکہ جس لڑکی سے اسے تکلیف پہنچی ہے یہ روح اس لڑکی کی روح کو معاف کر دے۔ اے میرے خدا! میری حفاظت کرنا اور مجھے اور عذاب میں گرفتار روح کو بخش دینا۔

اس کے بعد ناگ نے پانچ بار دل میں یاقوت یمانی کو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یاد کیا اور پھر خدا کی عبادت کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے پانی میں کوئی لہروں کو اِدھر اُدھر ہٹاتا چلا آ رہا ہو۔ ناگ نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ اس کے کانوں میں آواز آئی:

"آنکھیں کھول دو بیٹا۔"

ناگ نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ سامنے ایک نورانی شکل والے بزرگ کھڑے ہیں۔ سفید لباس ہے۔ سفید ڈاڑھی ہے اور چہرے سے نور برس رہا ہے۔ ان کے جسم کے گرد روشنی اور نور کا ایک ہالہ سا بنا ہوا ہے۔

ناگ نے ادب سے کہا:

"اے بزرگ روح! میں نے آپ کو زحمت دی۔ مجھے معاف کر دینا۔ کیا آپ کا اسم شریف یاقوت یمانی ہے؟"

بزرگ نے کہا:

"ہاں بیٹا! میں ہی یاقوت یمانی کی روح ہوں اور تم جس مقصد کو دل میں لے کر یہاں آئے ہو میں اس کو بھی جانتا ہوں۔"

ناگ نے کہا:

"اگر آپ پر میرے دل کا حال کھلا ہے تو پھر اس

امریکی لڑکی کو معاف کر دیجئے جس نے آج سے چھ سو برس پہلے آپ کو نادانی سے زہر دے دیا تھا اور جو اس وقت سخت عذاب میں پھنسی ہوئی ہے۔"

بزرگ یاقوت یمانی کی روح نے کہا:

"میں نے تو اسے اسی روز معاف کر دیا تھا بیٹا۔ وہ لڑکی تو اپنے اعمال کی پکڑ میں ہے۔ اسے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات عظیم ہی معاف کر سکتی ہے۔"

ناگ نے کہا:

"اے بزرگ روح! آپ خدا کے نیک بندے ہیں آپ اللہ تعالےٰ کے حضور اس لڑکی کی معافی کی دعا فرمایئے۔"

یاقوت یمانی کی روح نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

"میں اللہ تعالےٰ کے دربارِ رحمت میں اس لڑکی کی روح کے حق میں دُعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم اس کے گناہ معاف کر دے۔"

"آمین! ثم آمین!" ناگ نے کہا۔

اس کے ساتھ ہی بزرگ یاقوت یمانی کی روح دریا کی طرف واپس جا کر غائب ہو گئی۔ ناگ نے ایک بار پھر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خدا کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ کریم سے امریکی لڑکی کی روح کے لیے بخشش کی دعا مانگی۔ پھر وہ بارہ دری سے اٹھا اور دریا کنارے چلتا ہوا ریلوے پُل کی طرف آ گیا۔ ابھی وہ پل سے دُور تھا کہ طاہلی اور کھجور کے درختوں کے نیچے ناگ نے ایک فقیر کو دیکھا جو یہ کہتا ہوا اس کے قریب سے گزر گیا:

"مبارک ہو ناگ! خدا نے تیری دُعا قبول کر لی"

ناگ فقیر سے کچھ پوچھنے ہی والا تھا کہ فقیر درختوں میں غائب ہو گیا۔ چاندنی رات سنسان اور خاموش تھی۔ دریا کی لہریں سکون سے بہہ رہی تھیں۔ دُور راوی کے نئے پُل پر سے کبھی کبھی کسی ٹرک کے گزرنے کی مدھم سی آواز آ جاتی تھی۔ ناگ یہ سوچ کر مقبرہ جہانگیر کی طرف چلا کہ رات کا باقی حصہ مقبرے میں بیٹھ کر گزار دے گا اور صبح شہر میں طاریا اور عنبر کو تلاش کرے گا۔

مقبرہ جہانگیر کے مینار چاندنی رات میں چمک رہے تھے مقبرے کی ڈیوڑھی میں اندھیرا اور سناٹا تھا۔ ناگ ڈیوڑھی میں سے گزر رہا تھا کہ اسے کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ آواز اسے اس کا نام لے کر بلا رہی تھی۔ ناگ کو یہ آواز مانوس لگی۔ اس نے ڈیوڑھی میں بنے ہوئے حجرے کی طرف

دیکھا۔ آواز ادھر ہی سے آئی تھی۔ حجرے کے باہر چھوٹی اینٹوں کے بنے ہوئے چبوترے پر روشنی ہوئی اور ایک سنہری بالوں والی خوب صورت لڑکی کی روح مسکراتی ہوئی اُتر کر نیچے ناگ کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ ناگ نے اسے فوراً پہچان لیا۔ وہ عذاب میں گرفتار امریکی لڑکی کی روح تھی۔ مگر اس کی گردن میں پھانسی کا پھندا نہیں تھا۔ وہ بڑی خوش تھی اور مسکرا رہی تھی۔

"ناگ: تمہارا شکریہ ادا کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ تم نے اللہ کریم کے حضور دعا کی بزرگ یاقوت یمانی نے دعا فرمائی اور خداوند کریم نے میرے گناہ معاف کر دیئے اور مجھے جنت میں داخل کر دیا۔ میں جنت سے تمہارا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں"

ناگ نے کہا:

"عزیز بہن! مجھے خوشی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمہیں بخش دیا اور جنت میں داخل کر دیا۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں اور سب سے پہلے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور پھر بزرگ یاقوت یمانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

امریکی لڑکی کی روح چبوترے سے نیچے اتر کر ناگ کے پاس آگئی اور دونوں مقبرے کے باغ میں چلنے لگے۔ پلاٹوں میں گلاب اور گیندے کے پھولوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ اچانک امریکی لڑکی کی روح رکی اور ناگ کی طرف دیکھ کر مسکرا کر بولی:

"ناگ بھائی! اب میں جاتی ہوں۔ مجھے اوپر سے بلاوا آگیا ہے۔ میں اس سے زیادہ دیر دنیا میں نہیں ٹھہر سکتی۔ جنت کی عطر میں بسی ہوئی ہوائیں مجھے بلا رہی ہیں۔ خدا حافظ!"

یہ کہہ کر روح غائب ہوگئی۔

ناگ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے امریکی لڑکی کی روح سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوگیا اور خدا نے اسے سرخ رو کر دیا۔ وہ مقبرے میں آکر جہانگیر کی قبر کے قریب دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور ماریا اور عنبر کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ کہاں ہوں گے اور ان سے اب کس مقام پر اور کب ملاقات ہوگی۔

ادھر ماریا کی بھی سنیں کہ وہ مجھ سے جدا ہو کر کہاں گئی۔ غریب عورت کے بچے کو دو منزلہ بس کا کھلونا دینے کے بعد ماریا کچھ دیر لاہور کی سڑکوں پر سیر کرتی رہی۔ دوپہر

کے بعد جب دھوپ ڈھلنے لگی تو ماریا شاہی قلعے کی طرف نکل آئی۔ وہ پرانے قلعے کی سیر کر کے پرانی یادوں کو تازہ کرنا چاہتی تھی۔ قلعے میں داخل ہونے کی ٹکٹ تھی مگر ماریا تو کسی کو دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اسے ٹکٹ خریدنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ قلعے کے دروازے میں سے گزر کر دیوان عام کی طرف آگئی۔ یہاں مغلیہ بادشاہوں کے وقتوں کے گرم حمام بنے تھے جن کی حالت اب بہت خستہ ہو رہی تھی۔

ماریا نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے ساتھ سات آٹھ سال کی لڑکی کو لیے وہاں سیر کر رہا تھا۔ لڑکی بار بار رونے لگتی تھی اور وہ آدمی کبھی تو اسے پیار سے چپ کراتا اور کبھی اسے مارنے لگتا تھا۔ ماریا کو اس پر شک گزرا کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ کوئی باپ اپنی بچی کو اس طرح طمانچے نہیں مارا کرتا۔ وہ آدمی خود بھی گھبرایا ہوا تھا اور آگے پیچھے دیکھ رہا تھا۔ لڑکی کے کانوں میں سونے کی بالیاں تھیں۔ ماریا اس لڑکی کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ اس آدمی نے ایک جگہ تنہائی دیکھ کر لڑکی کے کانوں سے سونے کی بالیاں اتارنے کی کوشش کی۔ لڑکی نے رونا شروع کر دیا۔ اس آدمی نے لڑکی کے منہ پر زور سے تھپڑ مار کر کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"حرام زادی! اب روئی تو تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔
تمہیں خونخواروں کے پاس بیچ دوں گا۔"

لڑکی امی ابو کہہ کر روئے جا رہی تھی۔ اس آدمی نے لڑکی کو نیچے گرا لیا اور اس کا گلا دبانے لگا۔ لڑکی کے منہ سے خرخراہٹ کی آوازیں نکلنے لگیں۔ ماریا سے اب برداشت نہ ہو سکا۔ وہ غصّے سے کانپنے لگی۔ اس نے آدمی کو گردن سے دبوچ کر اوپر اٹھایا۔ پھر زور سے سامنے والی دیوار کے ساتھ دے مارا۔ وہ آدمی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا۔ خوف اور درد کے مارے اس کا رنگ اُڑ گیا۔ کیوں کہ وہ اپنے سامنے کسی کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اسے اٹھا کر دیوار کے ساتھ کس نے پٹخا تھا۔ لڑکی بے چاری نیم بے ہوش سی ہو رہی تھی ماریا نے ظالم آدمی کو ایک بار پھر گردن سے پکڑ کر جھنجھوڑنا شروع کر دیا۔

ساتھ ہی ماریا نے گرج دار آواز میں کہا:

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تم ایک معصوم بچی کو قتل کرنے والے تھے۔ تمہاری سزا موت ہے۔"

اور ماریا اس آدمی کو گھسیٹتی ہوئی خستہ حال حماموں کے کھنڈر سے باہر لے آئی اور قلعے کی دیوار پر لے جا کر کہا:

"نیچے کھائی میں تیری موت تیرا انتظار کر رہی ہے

جاؤ۔ اس کے گلے لگ جاؤ؟"

اور ماریا نے اس ظالم قاتل کو دھکا دے دیا۔

ماریا نے واپس آ کر دیکھا معصوم لڑکی کا سانس ابھی تک ٹھیک سے نہیں چل رہا تھا۔ اس سنگ دل نے بڑی سختی سے اس کا گلا دبایا تھا۔ اگر وہاں ماریا نہ ہوتی تو وہ اسے گلا دبا کر ہلاک کر چکا تھا۔ ماریا نے قریب سے پانی چلّو میں لا کر لڑکی کے منہ پر چھینٹے مارے۔ اتنے میں باہر سے ایک عورت اور مرد لڑکی کو تلاش کرتے آوازیں دیتے وہاں آ گئے۔

"لبنیٰ! لبنیٰ بیٹی تم کہاں ہو؟"

بے چاری عورت اس کی ماں تھی۔ رو رو کر اس کا بُرا حال ہو رہا تھا۔ آدمی جو اس لڑکی کا باپ بھی خود بہت پریشان تھا۔ ماریا نے لڑکی کے منہ پر چھینٹا مارا تو اسے ہوش آ گیا۔

اس نے اپنی امی کی آواز سنی تو زور سے روتے ہوئے کہا:

"امی! امی!"

بے چارے ماں باپ بھاگ کر وہاں آئے اور بچی کو گلے لگا لیا۔ ماریا وہاں سے ہٹ گئی اور دیوانِ خاص کے برآمدے سے گزر کر پیچھے قلعے کے گیٹ پر آ گئی جس سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نکلی تو سوچا چاندنی رات ہے چل کر مقبرہ جہانگیر میں ناگ کو تلاش کیا جائے۔ وہ یادگار پاکستان کے ساتھ والی سڑک پر سے ہو کر راوی روڈ پر آ گئی۔ رات کا وقت تھا۔ سڑک پر زیادہ ٹریفک نہیں تھی۔ ماریا سڑک پر آتے جاتے لوگوں میں ناگ کی شکل کو تلاش کرتی راوی کے پل پر آ گئی۔ کچھ دیر وہ پل پر کھڑی چاندنی رات میں دریا کا نظارہ کرتی رہی۔ پل پر ٹریفک بہت کم رہ گئی تھی کیوں کہ رات زیادہ ہو گئی تھی۔

ماریا مقبرہ جہانگیر کو جانے والی سڑک پر چل پڑی۔ یہ سڑک تو رات زیادہ گزر جانے سے بالکل ہی سنسان تھی جھاڑیوں میں جھینگر بول رہے تھے۔ اسے اپنے پیچھے کار کی آواز اور پھر روشنی دکھائی دی۔ ماریا کو سڑک کے ایک طرف ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیوں کہ وہ تو غائب تھی، کار اس کے قریب سے گزری تو اس میں سے کسی مرد کے اونچا بولنے کی آواز سنائی دی۔ کار مقبرے کی ڈیوڑھی کے پاس رک گئی۔ ماریا نے سوچا کہ کچھ لوگ چاندنی رات میں سیر کرنے آئے ہوں گے جب وہ ڈیوڑھی میں سے گزرنے لگی تو کیا دیکھتی ہے کہ تین ہٹے کٹے غنڈہ قسم کے آدمی ایک سیاہ برقعے والی عورت کو کھینچ کھینچ کر کار سے باہر نکال

رہے ہیں۔ عورت کے برقعے کا اوپر والا حصہ موٹر کار میں ہی رہ گیا۔ تینوں آدمی اسے کھینچ کر مقبرے کی ڈیوڑھی میں سے گھسیٹ کر آگے لے گئے۔ ماریا نے دیکھا عورت خوبصورت تھی اور پڑھی لکھی لگ رہی تھی۔ خدا جانے وہ لوگ اس عورت کے ساتھ کیا سلوک کرنے والے تھے۔ ماریا آگے بڑھ کر ان لوگوں کے پاس آ گئی۔ انہوں نے عورت کو مقبرے کے باہر چبوترے پر بٹھا دیا۔ دو آدمیوں نے چاقو نکال لیے اور ایک آدمی نے جیب سے کاغذ اور قلم نکال کر عورت سے کہا:

"اگر تم مرنا نہیں چاہتی ہو تو جائیداد کے اس کاغذ پر دستخط کر دو۔"

عورت نے کہا:

"زمین کا یہ ٹکڑا میرے بچوں کی زندگی کا سہارا ہے میں وہ ان سے چھین کر نہیں دے سکتی۔"

"تو پھر مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

اچانک ماریا کو ناگ کی خوشبو محسوس ہوئی۔ یہ خوشبو مقبرے کے اندر سے آ رہی تھی۔ ان لوگوں کو آپس میں جھگڑتے چھوڑ کر ماریا مقبرے کی گول دیوار کے دروازے میں آ گئی۔ ادھر ناگ نے بھی ماریا کی خوشبو کو سونگھ لیا تھا۔ وہ اپنی جگہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے اٹھا اور دروازے کی طرف آیا۔ ماریا کی خوشبو تیز تھی۔ ماریا نے جب اپنے سامنے ناگ کو دیکھا تو بھاگ کر اس سے لپٹ گئی۔ یہ ایک عجیب بات تھی کہ جب بھی ماریا اپنے بھائیوں یعنی عنبر اور ناگ سے ملتی تھی تو وہ اس کے جسم کو اپنے جسم کے ساتھ لگا اور اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں محسوس کیا کرتے تھے۔

"ماریا! تم کس ملک میں اور تاریخ کے کس زمانے میں تھیں۔ خدا کا شکر ہے تم آ گئیں۔ عنبر کا کچھ پتہ ہے؟"

ماریا نے کہا:

"میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہے۔ میں خود تمہاری اور اس کی تلاش میں تھی۔ مگر یہ باتیں بعد میں کریں گے۔ پہلے ادھر آؤ۔ ایک بے بس عورت کی زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔"

ماریا نے ناگ کو ساتھ لیا اور مقبرے کے چبوترے پر آ گئی۔

اس وقت تینوں غنڈوں نے عورت کے ہاتھ اس کے پیچھے باندھ کر اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس رکھا تھا اور آخری بار اسے دھمکی دے رہے تھے کہ اگر اس نے جائداد کے کاغذ پر دستخط نہ کیے تو

اس کی گردن چاقو سے ذبح کر دی جائے گی۔ اب جو انہوں نے اچانک اندھیرے میں سے ایک آدمی کو نکل کر اپنی طرف آتے دیکھا تو چونک پڑے۔ یہ ناگ تھا اور ماریا بھی اس کے ساتھ تھی مگر وہ ماریا کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

ناگ نے کہا:

"اس عورت کو چھوڑ دو۔ اس پر کیوں ظلم کر رہے ہو؟"

وہ لوگ حیرانی سے ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ وہ عورت کو قتل کرنے والے تھے اور اس قتل کا ایک عینی گواہ ان کے سامنے تھا۔

ایک غنڈے نے غصے میں کہا:

"میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو سلیمان ـــــ پہلے اس کو ٹھکانے لگا دو۔"

تینوں میں سے ایک غنڈہ ناگ کی طرف چاقو لے کر بڑھا ناگ ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے صرف اتنا کہا کہ چاقو جیب میں رکھ لو۔ تم مجھے ہلاک نہ کر سکو گے۔ اس آدمی نے ناگ پر چاقو سے حملہ کر دیا۔ اگر ناگ اچھل کر پرے نہ ہٹ جاتا تو چاقو اس کے پیٹ میں گھس گیا تھا۔

ناگ نے چلا کر کہا:

"ماریا۔ تم خاموش کھڑی تماشا کس لیے دیکھ رہی ہو۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اسے میں پکڑوں یا تم خبر لوگی؟

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ تینوں غنڈے حیران ہوئے کہ اجنبی نوجوان کس سے باتیں کر رہا ہے۔ اس پر اب دوسرے آدمی نے بھی حملہ کر دیا۔ ماریا نے ایک آدمی کو گردن سے پکڑ کر نیچے گرا لیا۔

ناگ نے کہا:

"شاباش ماریا! اس کو میں سنبھال لوں گا۔ یہ میرا شکار ہے۔ یہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

غنڈے نے چلا کر کہا:

"تم ہوا میں باتیں کر کے مجھے نہیں ڈرا سکتے۔ تمہاری موت میرے ہاتھوں ہی لکھی ہوئی ہے۔"

ناگ نے چاقو کے وار کو بچاتے ہوئے کہا:

"میرا تو خیال ہے کہ تمہاری موت میرے ہاتھوں لکھی ہوئی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ناگ غائب ہو گیا۔ اب غنڈہ گھبرا گیا۔ چاقو اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ چاندنی رات میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اس کا دوسرا ساتھی ماریا کا ایک مکا گردن پر کھا کر گردن تڑوا کر مر چکا تھا اور گھاس پر اوندھے منہ پڑا تھا۔ تیسرے

غنڈے نے برقعہ پوش عورت کو قابو میں کیا ہوا تھا۔ وہ وہیں سے بولا:

"یہاں جن آ گیا ہے کوئی۔ خدا کے لیے بھاگ چلو۔"

"تو پھر عورت کو ٹھکانے لگا دو۔"

تیسرا آدمی چاقو کھول کر برقعہ پوش عورت کو مارنے ہی والا تھا کہ اسے ایک زبردست پھنکار کی آواز آئی۔ اس نے پیچھے گھوم کر دیکھا۔ اتنے عرصے میں ناگ اسے ڈس چکا تھا اور یہ زہر ایسا تھا کہ اس نے غنڈے کو ایک انگلی تک اٹھانے کی اجازت نہ دی۔ ناگ نے جان بوجھ کر اس کے جسم میں کافی مہلک زہر داخل کیا تھا۔ وہ گرنے سے پہلے ہی مر تھا۔ دوسرا غنڈہ چاقو پھینک کر بھاگا۔ مگر ناگ نے تھوڑی دور جا کر درختوں میں اسے بھی لے لیا اور اس کی گردن پر ڈس وہ غنڈہ آدھی چیخ مار سکا اور مر گیا۔ ان دونوں کے ناگ کے زہر سے سیاہ پڑ گئے اور پانی بن کر بہنے لگے۔

برقعے والی عورت ڈر کے مارے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ وہ طرف کو بھاگی مگر چونکہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے لیے زیادہ دور تک نہ دوڑ سکی اور گر پڑی۔ ناگ انسانی میں آ کر اس کے پاس گیا۔ وہ عورت خوف زدہ تھی۔ یقین تھا کہ یہ شخص کوئی جن بھوت ہے جو ایک دم

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے غائب بھی ہو گیا تھا۔ لیکن وہ اس کی شکر گزار بھی تھی کہ اس نے اس کی جان بچائی تھی۔ ماریا کا تو اس عورت کو علم ہی نہیں تھا۔ ناگ نے عورت کے پیچھے بندھے ہوئے ہاتھ کھولتے ہوئے کہا:

'مجھ سے ڈرو نہیں بہن۔ میں کوئی جن بھوت نہیں بلکہ تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں۔'

عورت نے کہا:

'مگر تم غائب ہو گئے تھے۔'

ناگ بولا:

'غائب کہاں ہوا تھا۔ کہیں سے ایک سانپ نکل آیا تھا۔ میں اس سانپ کو دیکھ کر بھاگ گیا تھا۔ اس سانپ نے تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دیا۔ یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور یہ لوگ تمہیں قتل کیوں کرنا چاہتے تھے۔'

عورت نے کہا:

'ان میں سے ایک میرا رشتے دار تھا اور دو غنڈے تھے۔ یہ لوگ کاغذ پر زبردستی میرے دستخط کروا کر میرے بچوں کی زمین چھین لینا چاہتے تھے۔'

'یہ لوگ تمہیں کہاں سے لائے تھے؟'

عورت نے ناگ کو بتایا کہ وہ راجن پور کے ایک زمیندار کی بیٹی ہے اور بیوہ ہے۔ اس کا خاوند مر چکا ہے۔ اس کا باپ بوڑھا ہے۔ ایک مربع زمین اس نے اپنے بچوں کے نام کر رکھی ہے۔ اس کا رشتے دار چاہتا تھا کہ میں یہ زمین اسے دے دوں۔ دوپہر کو وہ اپنے غنڈوں کی مدد سے اسے گھر سے اغوا کر کے لاہور لے آیا۔ دن بھر وہ اسے جگہ جگہ لیے پھرتے رہے۔ شاید وہ رات ہو جانے کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر یہاں لے آئے اور مجھ سے کہا کہ اگر میں نے جائیداد کے کاغذ پر دستخط نہ کیے تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔

'اس کے بعد جو کچھ ہوا تم نے خود دیکھ لیا ہے۔'

ماریا بھی اس عورت کی باتیں سن رہی تھی۔

ناگ نے کہا:

'اب تم کیا چاہتی ہو؟'

عورت کہنے لگی:

'خدا کے لیے مجھے میرے گھر میرے باپ کے پاس پہنچا دو۔'

وہ رونے لگی۔

ناگ نے اسے تسلی دی اور کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"گھبراؤ نہیں بہن! میں خود تمہارے باپ کے پاس چھوڑ کر آؤں گا۔ کیا اس وقت تمہارے گاؤں کو کوئی بس وغیرہ جاتی ہے؟"

عورت بولی،

"باہر وہ کار کھڑی ہے جس پر یہ لوگ مجھے یہاں لائے تھے!"

ناگ اس عورت کو ساتھ لے کر مقبرے کی ڈیوڑھی سے ہو کر باہر آ گیا۔ اسے ماریا کی برابر خوشبو آ رہی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ ماریا اس کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔ وہ ماریا سے اس لیے بات نہیں کر رہا تھا کہ کہیں عورت ڈر نہ جائے۔ ماریا بھی یہی سوچ کر خاموش تھی۔ وہ کار میں سوار ہو گئے۔ ناگ نے کار سٹارٹ کی اور مقبرہ جہانگیر کی پچھلی سڑک سے گذر کر راوی کے پل پر آ گیا۔

اس نے عورت سے کہا،

"بہن! اب اپنے گاؤں کا راستہ تم بتاتی جانا!"

عورت نے کہا:

"یہاں سے بند روڈ پر ہو چلو اور پھر ایک بڑی سڑک آئے گی۔ وہ سیدھی ہمارے گاؤں کو جاتی ہے؟"

"کتنی دور ہو گا تمہارا گاؤں؟"

"ایک گھنٹے میں پہنچ جاؤں گے؟"

ناگ نے ماریا کی خوشبو ایک بار پھر محسوس کی۔ ماریا اس کے ساتھ ہی کار میں بیٹھی تھی۔ کار بند روڈ پر سے گذر کر ایک بڑی سڑک پر آ گئی جس کی دونوں جانب شیشم کے درخت چاندنی رات میں خاموش کھڑے تھے۔ کار بڑی تیز رفتاری کے ساتھ راجن پور گاؤں کی طرف جا رہی تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ سڑک دور دور تک سنسان تھی۔

کار آدھا سفر طے کر چکی تھی کہ ناگ نے کار کی روشنیوں میں دور سڑک کے کنارے ایک ویگن کھڑی دیکھی۔ مسافروں کو درختوں کے نیچے ایک قطار میں کھڑا کر دیا گیا تھا۔ اچانک ناگ نے بریک لگا دی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی عورت نے کہا:

"کیا بات ہو گئی؟"

ناگ نے اشارے سے سڑک دکھائی۔ وہاں ایک درخت گرا ہوا تھا۔ کار کے رکتے ہی دو آدمی بندوقیں لیے آ گئے اور ناگ سے کہا:

"خاموشی سے باہر نکل کر سامنے والی قطار میں کھڑے ہو جاؤ۔ کوئی ذرا سی بھی حرکت کی تو دونوں لاشیں سڑک پر تڑپ رہی ہوں گی؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عورت رونے لگی:

"خدا کے لیے ہمیں معاف کر دو بھائی ــــ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ ہمیں جانے دو۔"

ایک آدمی نے بندوق عورت کی گردن سے لگا دی اور کہا:

"تمہارے پاس کچھ نہیں ہے، ٹھیک ہے۔ مگر تم تو ہو۔"

اس کا ساتھی قہقہہ مار کر ہنس دیا اور بندوق کا دستہ ناگ کے شانے پر مار کر بولا:

"چلو تم بھی اس قطار میں۔"

قطار میں ویگن کے مسافر کھڑے تھے اور ڈاکو ان کی قیمتی چیزیں جوتوں اور جیبوں سے نکال رہے تھے۔ انہوں نے ان کا سامان بھی ویگن سے اتار کر اپنی کالے رنگ کی ویگن میں لاد لیا تھا۔ دو ڈاکو بندوقیں تانے مسافروں پر پہرہ دے رہے تھے۔ دو تلاشی لے رہے تھے اور دو ناگ اور عورت کو ہانک کر قطار کی طرف لا رہے تھے۔

ڈاکوؤں کے سردار کی بڑی بڑی خوفناک سیاہ مونچھیں تھیں۔ وہ مسافروں کو گالیاں دے رہا تھا اور انہیں ٹھڈوں سے مار بھی رہا تھا۔ عورتوں کو اس نے الگ کر کے بٹھا دیا تھا۔ ناگ کے ساتھ جو عورت تھی وہ خوبصورت تھی۔ ڈاکوؤں کے سردار نے اسے اپنی طرف کھینچ کر کہا:

"دوبئی میں اس کی بہت قیمت پڑے گی۔ اسے دس ہزار ریال میں فروخت کروں گا۔"

یہ ڈاکو بردہ فروش بھی تھے۔ لوگوں کا مال اسباب بھی لوٹتے اور عورتوں بچوں کو اغوا کر کے دوبئی اور دوسری عرب امارات میں لے جا کر غلام اور کنیزیں بنا کر فروخت کر دیتے تھے۔ نہ جانے یہ سنگدل ڈاکو کتنے گھروں کے چراغ بجھا چکے تھے۔ پولیس ان کے پیچھے لگی ہوئی تھی مگر یہ ہر بار مقابلے کے بعد فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ یہ کئی لوگوں کو قتل بھی کر چکے تھے۔ ویگن کی مسافر عورتیں سسکیاں بھر رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے خاوندوں اور بچوں کو قطار میں کھڑا کر دیا گیا تھا مگر وہ بے بس تھے اور اپنی عورتوں اور مال جانوں کی عزت نہیں بچا سکتے تھے۔ ڈاکو روتی ہوئی عورتوں کو تھپڑ مار مار کر انہیں گالیاں دے رہے تھے اور قہقہے لگا رہے تھے۔ ویگن کے ڈرائیور کو انہوں نے پہلے ہی ہلاک کر دیا تھا جس کی لاش سڑک کے کنارے پڑی تھی۔

ناگ کے ساتھ جو عورت آئی تھی اسے ڈاکوؤں کے سردار نے گھسیٹ کر ایک طرف کیا تو اس کی چیخ نکل گئی۔ ڈاکو نے اس کی کمر پر بندوق کا بٹ مار کر اسے پاؤں کی ٹھوکر سے گرا دیا۔ ناگ اس کی مدد کو آگے بڑھا تو ایک ڈاکو نے زور سے اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ ناگ یہ بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ سب کے سامنے اس کو تھپڑ مارا گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بجلیاں کوندنے لگیں۔ اس کے منہ سے ایک بھیانک پھنکار نکلی اور سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ناگ نے اڑنے والا سانپ بن کر فضا میں غوطہ لگایا اور جس ڈاکو نے اسے تھپڑ مارا تھا اس کی گردن کو اپنے شکنجے میں لے کر اس کا گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا۔ دوسرے ڈاکو سانپ کو مارنے کے لیے آگے بڑھے۔

ناگ پھڑ پھڑا کر اڑ گیا۔

اب ماریا بھی میدان میں آ گئی۔

ڈاکوؤں کی کل تعداد سات تھی جن میں سے ایک کو ناگ ہلاک کر چکا تھا۔ ماریا کو ویگن کی چھت سے رسیوں کے ٹکڑے مل گئے تھے۔ وہ اس دوران میں ڈاکوؤں کے لیے پھانسی کے پھندے تیار کر رہی تھی۔ ناگ چاندنی رات میں اڑن سانپ کی شکل میں چکر لگا رہا تھا۔ ڈاکو اس پر گولیاں برسا کر اسے مارنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جب سانپ ماریا کے قریب سے گزرا تو ماریا نے کہا۔

"ناگ! میں انہیں درختوں پر پھانسی لگاؤں گی تم ایک طرف ہٹ جاؤ۔"

ناگ شیشم کے ایک درخت میں چلا گیا۔ ڈاکو بندوقیں اٹھائے اسے تلاش کرنے لگے۔ اتنے میں ماریا نے ایک ڈاکو کی گردن میں رسی کا پھندا ڈال دیا۔ ڈاکو نے اپنی گردن کو پکڑ کر پیچھے گھوم کر دیکھا یہ رسی اس کی گردن میں کس نے ڈال دی ہے مگر پیچھے کوئی نہیں تھا۔ ماریا نے رسی کے پھندے کو زور سے کس دیا۔ ڈاکو نیم بے ہوش سا ہو کر نیچے گر پڑا۔ اسی طرح اس نے پانچ ڈاکوؤں کی گردنوں میں پھندے ڈال کر انہیں نیم بے ہوش کر دیا۔ اب سردار باقی رہ گیا تھا۔ یہ سارا کھیل مسافر دہشت اور حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

ماریا ڈاکوؤں کے سردار کی طرف بڑھی۔ وہ بندوق تانے کھڑا تھا اور اپنے ساتھیوں کو اٹھنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ ماریا نے پیچھے سے آ کر اس کی ٹانگوں پر اپنی ٹانگ کا وار کیا۔ سردار گر پڑا۔ اس کی بندوق اچھل کر پرے جا گری۔ ماریا نے بندوق اور پرے پھینک دی۔ پھر اس نے سردار کے گلے میں بھی پھندا ڈال دیا۔ اب ناگ انسانی شکل میں وہاں پہنچ گیا تھا۔ ناگ نے، دوسرے مسافروں اور عورتوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا کہ کوئی غیبی طاقت ایک ایک ڈاکو کو رسی کے ساتھ درخت کے بڑے ٹہن سے لٹکا کر پھانسی دے رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں ساتوں کے ساتوں ڈاکوؤں کی لاشیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

شیشم کے درخت کے ٹہن سے ساتھ ساتھ لٹکی ہوئی تڑپ رہی تھیں۔ مسافر عورتیں سجدے میں گر کر خدا کا شکر بجا لا رہی تھیں کہ اس نے کسی غیبی طاقت کو ان کی مدد کے لیے بھیجا۔ ناگ کے بارے میں کسی کو وہم تک نہیں ہوا تھا کہ وہ غائب ہو گیا تھا اور اس نے سانپ بن کر ایک ڈاکو کا کام تمام کر دیا تھا۔ جب ساتوں ڈاکوؤں کی لاشیں درخت پر لٹکی لٹکی ٹھنڈی پڑ گئیں تو ناگ نے مسافروں سے کہا:

"آپ لوگ اپنی ویگن میں سوار ہو جائیں۔ اپنا اپنا سامان واپس ویگن پر لاد دیں اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اپنے شہر پہنچ کر پولیس کو خبر کر دیں کہ ڈاکوؤں کی لاشیں یہاں لٹکی ہوئی ہیں اور انہیں کسی غیبی طاقت نے پھانسی پر چڑھایا ہے۔"

مسافر بڑے خوش تھے کہ قاتل ڈاکوؤں کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے اپنا اپنا سامان اٹھا کر ویگن میں لادنا شروع کر دیا۔ ڈرائیور کی لاش کو بھی اس کے کلینر نے ویگن کے اندر ڈالا اور خود ویگن چلا کر لاہور کی طرف روانہ ہو گیا۔

ناگ نے زمیندار کی بیٹی یعنی بیوہ عورت کو ساتھ لے کر کار میں سوار کرایا۔ وہ بڑی گھبرائی ہوئی تھی۔ اسے کچھ کچھ یقین ہو گیا تھا کہ اس کے ساتھ جو آدمی سفر کر رہا ہے اور جس نے غنڈوں

سے اس کی جان بچائی تھی وہ کوئی پُراسرار غیبی طاقت رکھنے والا انسان ہے۔ وہ دل میں اس سے خوف زدہ بھی ہو رہی تھی۔ ناگ نے کار سٹارٹ کی اور اس عورت کے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔ ناگ کو ماریا کی خوشبو برابر آ رہی تھی۔ ماریا اس کے ساتھ ہی کار میں سفر کر رہی تھی۔ عورت نے ناگ سے کہا:

"بھائی! اگر تم مدد نہ کرتے تو ہم سب کا بچنا محال تھا۔"

ناگ نے کہا:

"مگر میں نے تو کوئی مدد نہیں کی۔ میں تو بھاگ گیا تھا۔"

عورت نے کہا:

"تم نے پہلے بھی بھاگ کر ہی مدد کی تھی۔"

ناگ دل میں ہنس دیا۔ اوپر سے خاموش رہا۔ ماریا بھی اس عورت کی ذہانت پر مسکرا رہی تھی۔ اس عورت کو ناگ پر شک پڑ چکا تھا کہ یہ کوئی پُراسرار انسان ہے۔ مگر ان کا تھوڑی دیر کا ساتھ تھا اس لیے ماریا نے بھی اور ناگ نے بھی کوئی پروا نہ کی اور ان کا سفر جاری رہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

امبا دیوی کی مورتی

ناگ نے بیوہ عورت کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دیا۔
وہ راجن پور گاؤں سے پیدل ہی ماریا کے ساتھ واپس ہوا۔ کیوں کہ موٹر کار اس نے وہیں چھوڑ دی تھی۔ ناگ نے ماریا سے عنبر کے بارے میں کہا کہ نہ معلوم وہ اس وقت کہاں ہوگا۔ تب ماریا نے ناگ کو بتایا کہ اس نے لاہور میں اس شخص سے ملاقات کی تھی جو ان کے سفر کی سنسنی خیز پراسرار داستان لکھ رہا ہے۔

ناگ نے کہا:

"کیا اس شخص نے عنبر کے بارے میں کچھ بتایا تھا؟"

ماریا بولی:

"اس نے صرف اتنا بتایا تھا کہ عنبر کو آخری بار اس نے ملک شام کی سرحد کے اندر ایک شہر کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ تمہارا بھی مجھے اسی شخص نے بتایا تھا کہ تم مقبرہ جہانگیر میں ہوگے۔ پھر میں نے

تمہیں بہت تلاش کیا مگر تم وہاں نہیں تھے۔"

پھر ناگ نے ماریا کو دسویں جماعت کے سٹوڈنٹس امجد کے بارے میں ساری کہانی بیان کی اور کہا کہ وہ اس کی بہن کا علاج کر رہا تھا۔

"اب سوال یہ ہے کہ کیا ہمیں عنبر سے ملنے کے لیے ملک شام جانا ہوگا؟"

ماریا نے کہا:

"لیکن عنبر آج کے زمانے کے ملک شام میں نہیں ہے بلکہ آج سے چھ سات سو سال پہلے کے زمانے کے ملک شام میں ہے۔ ہم تو واپسی کا سفر کرتے کرتے بہت آگے یعنی ۱۹۸۴ء کے زمانے میں نکل آئے ہیں اور تم تو امریکہ کی سیر بھی کر چکے ہو۔"

ناگ بولا:

"تم اگر چاہو تو تم بھی امریکہ کی سیر کر سکتی ہو۔ تمہیں کون سے پاسپورٹ کی ضرورت ہوگی!"

ماریا نے کہا:

"نہیں ناگ بھائی! اس وقت ہمیں عنبر کو تلاش کرنا ہے۔"

ناگ نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"مگر ہم اسے کہاں تلاش کر سکتے ہیں۔ وہ تو ہمارے زمانے سے سات سو برس پیچھے کے زمانے میں جا چکا ہے۔"

ماریا نے آہ بھر کر کہا،

"کاش ہم بھی کسی طرح پیچھے کے زمانے میں چلے جائیں۔ ایسا بہت ہی کم ہوا ہے کہ ہم تینوں نے کچھ دیر مل کر سفر کیا ہو۔ ہر بار بچھڑ جاتے ہیں اور پھر بڑی مشکلیں سہہ کر آپس میں ملتے ہیں۔"

ناگ بولا،

"ہمارا پانچ ہزار سال کا واپسی کا سفر تو اسی طرح جاری رہے گا۔ ہم مجبور ہیں۔"

دونوں باتیں کرتے کھیتوں سے گزر رہے تھے۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ چودھویں کا چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔ کھیتوں میں چاندنی پھیلی تھی۔ وہ کھیتوں میں سے گزر کر بڑی سڑک پر جا رہے تھے جو ایک طرف لاہور کو اور دوسری طرف کراچی شہر کو جاتی تھی۔

ماریا نے ناگ سے کہا،

"میری تو رائے یہ ہے کہ ہمیں یہاں سے ملک شام جانا چاہیے۔ اگرچہ عنبر آج سے سات سو برس پہلے

کے زمانے کے شام میں ہے پھر بھی وہ ملک شام میں تو ہے۔ ہو سکتا ہے وہاں سے ہم بھی کسی طرح پیچھے کے زمانے میں چلے جائیں۔"

ناگ نے کہا،

"خیال اچھا ہے۔ چلو یہاں سے پہلے کراچی شہر چلتے ہیں۔ وہاں سے شام روانہ ہوں گے۔"

ماریا اور ناگ کھیتوں سے نکل کر بڑی سڑک پر آ گئے جو کراچی کو جاتی تھی۔ یہاں ایک ٹرک ڈرائیور نے ناگ کو رحیم یار خان تک کے لیے اپنے ٹرک پر بٹھا لیا۔ ماریا بھی ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ رحیم یار خان سے وہ دونوں کراچی ایکسپریس میں سوار ہو کر کراچی پہنچ گئے۔ کراچی بہت بڑا شہر تھا۔ وہ اگلے روز رات کے نو بجے کراچی پہنچے۔ پاکستان کا یہ سب سے بڑا شہر روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ ناگ کے پاس ہزار بارہ سو پاکستانی روپے موجود تھے۔ اس نے ایک ٹیکسی کرائی اور ہوٹل انٹر کونٹی نینٹل میں آ گیا۔

ماریا اس کے ساتھ تھی۔ اپنے کمرے میں آ کر ناگ نے ٹیلی فون کر کے پتہ کیا کہ شام کے دارالحکومت دمشق کو کون کون سا ہوائی جہاز کب اور کس وقت جاتا ہے۔ جہاز ہفتے میں چار بار جاتا تھا۔ ناگ کے پاس ٹکٹ کے پیسے کم تھے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا نے کہا:

"یہاں کسی خزانے سے منگوا لو؟"

ناگ نے کہا:

"بمبئی میں شیلا اِن ہوسٹل کے پاس میرے ساٹھ ہزار روپے امانت پڑے ہیں۔ چلو وہاں چل کر امانت وصول کرتے ہیں اور پھر وہیں سے دمشق روانہ ہو جائیں گے۔"

خیال اچھا تھا۔ ماریا رضامند ہو گئی۔

دوسرے روز وہ ہوٹل کو چھوڑ کر ائر پورٹ پر آ گئے۔ انڈین ائر لائینز کا طیارہ وہاں دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر ایک افغان ائر لائینز کا طیارہ بمبئی جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

ناگ نے کہا:

"چلو اس میں چلتے ہیں۔ تم جہاز میں پہنچو۔ میں کوئی ننھا سا پرندہ بن کر تمہارے پاس جہاز کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"

مسافروں کی قطار جہاز پر سوار ہونے کے لیے گیٹ نمبر چار میں سے گزر رہی تھی۔ ماریا بھی اس قطار میں شامل ہو گئی۔

ناگ سیدھا باتھ روم میں گیا۔ اس کو باتھ روم میں جاتے تو دیکھا مگر نکلتے کسی نے نہ دیکھا، کیونکہ وہ ننھی سی چڑیا کے

روپ میں باہر نکلا تھا۔ جہاز اڑنے کے لیے بالکل تیار تھا
رن وے پر ایک خاص جگہ پر آ کر اس کے چاروں جے
انجن سٹارٹ ہوئے اور وہ بڑی تیزی سے رن وے پر دوڑتا
ہوا میں پرواز کر گیا۔

ماریا جہاز کے ذرا پیچھے جا کر کچن کے پاس ایک خالی سیٹ
پر بیٹھی تھی۔ اس کے بیٹھے ہونے کے باوجود سیٹ خالی لگ
ہی تھی۔ ایک ننھی سی چڑیا ماریا کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ ما
مجھ گئی کہ یہ ناگ ہے۔ جہاز میں چڑیوں طوطوں کا ساتھ لے
جانا منع ہوتا ہے۔ انہیں پنجرے میں بند کر کے لے جانے کی
جازت تھی۔

ماریا نے ناگ سے کہا:

"بہتر یہی ہے کہ تم انسانی شکل میں آ کر بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ چڑیا بنے رہو گے تو پکڑے جاؤ گے۔"

ناگ مناسب موقع دیکھ کر باتھ روم میں گھس گیا۔ پھر اند
سے انسانی شکل اختیار کر کے باہر آیا اور ماریا کی ساتھ والی
نشست پر بیٹھ گیا۔ اس وقت دن کے بارہ بجے تھے۔ جہاز
میں کھانا تقسیم کیا جا رہا تھا۔

ناگ نے ماریا سے کہا:

"کھانا کھاؤ گی ماریا؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا ہنس پڑی :

"خدا جانے مجھے کب انسانی شکل میں واپس آ کر کھانا کھانا نصیب ہو گا"

باہر آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ جہاز بڑے سکون سے بمبئی کی طرف جا رہا تھا۔ کسی وقت دو چار ہلکے سے جھٹکے لگ جاتے تھے۔ بمبئی کا ہوائی اڈہ قریب آ رہا تھا اور پھر جہاز بڑی خیریت سے ائر پورٹ پر اتر گیا۔ ائر پورٹ سے نکل کر ناگ نے ماریا کو ساتھ لیا۔ ایک ٹیکسی پکڑی اور سیدھا شیلا کی کوٹھی پر آ گیا۔ شیلا کے ڈیڈی بنارس گئے ہوئے تھے۔ اس کی ممی ناگ کو دیکھ کر بڑی خوش ہوئی۔

ناگ نے شیلا کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ کویت کی فلائیٹ پر گئی ہوئی ہے اور شام کی فلائیٹ سے واپس آ جائے گی۔ ناگ شیلا کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے نہیں کہ اس کے روپے شیلا کے پاس تھے۔ بلکہ اس لیے بھی کہ وہ شیلا سے ملنا چاہتا تھا۔ اسے وہ لڑکی اچھی لگتی تھی۔ ویسے اسے شام میں وہاں کی کرنسی کی بھی ضرورت پڑنے والی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ شیلا سے مل کر اس کے پاس جو ناگ کی بھارتی کرنسی ہے اسے شام کی کرنسی میں تبدیل کروا لے۔

شیلا کی والدہ نے کہا :

"بیٹے تم اوپر اس کے کمرے میں جا کر منہ ہاتھ دھو کر آرام کرو۔ میں تمہارے لیے چائے بھجواتی ہوں"

ناگ نے کہا :

"نہیں ممی! چائے کی ضرورت نہیں۔ میں منہ ہاتھ دھو کر آرام کروں گا"

"جیسے تمہاری مرضی بیٹا"

ناگ اوپر والی منزل میں شیلا کے کمرے میں آ گیا۔ ماریا کی خوشبو اس کے ساتھ تھی۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے ماریا سے کہا :

"میرا خیال ہے ماریا۔ تم اسی کمرے میں ٹھہرو، میرے پاس کچھ پاکستانی کرنسی ہے۔ بھارت میں پاکستانی کرنسی کم بھاؤ پر لے لیتے ہیں۔ میری قمیض پرانی ہو گئی ہے میں ایک نئی قمیض خرید لاؤں۔ اگر تم میرے ساتھ آنا چاہتی ہو تو آ جاؤ"

ماریا نے کہا :

"نہیں۔ میں اسی کمرے میں تمہارا انتظار کروں گی"

"تو پھر میں جا رہا ہوں"

ناگ نے منہ ہاتھ دھویا اور ماریا کو خدا حافظ کہہ کر نیچے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آگیا۔ اس نے شیلا کی ماں سے کہا کہ وہ ذرا بازار تک ایک کام سے جا رہا ہے بہت جلد واپس آ جائے گا۔ کوٹھی سے نکل کر ناگ نے ٹیکسی لی اور مارکیٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ماریا شیلا کے کمرے میں تنہا رہ گئی تو اس نے کمرے کا جائزہ لیا۔ یہ ڈبل بیڈ روم والا کمرہ تھا۔ ڈرائنگ روم بڑے سلیقے سے سجا ہوا تھا۔ ایک بیڈ روم میں صاف ستھرا بستر لگا تھا جس پر ریشمی کمبل تہہ کر کے رکھا ہوا تھا۔ دوسرا بیڈ روم بند تھا۔ ماریا نے دروازہ کھولا اور اندر چلی گئی۔ یہ بیڈ روم چھوٹا تھا اور اس میں کوئی پلنگ نہیں تھا۔ فرش پر قالین بچھا تھا۔ دیوار کے ساتھ الماریوں میں طرح طرح کے پرانے اور نئے نوادرات مجسمے، پیالے اور مورتیاں سجی ہوئی تھیں۔ کھڑکی کے پاس سنگ مرمر کے ایک ٹکڑے پر کانسی کا ایک چھوٹا سا بت رکھا ہوا تھا۔ ماریا اس بت کے قریب گئی۔ یہ [illegible] دیوی کا بت تھا جس کی آنکھوں میں لال موتی جڑے ہوئے تھے اور ماتھے پر سیندور کا تلک لگا تھا۔ مورتی کے چار بازو تھے۔ [illegible] کے پروں کی طرح اس کے سر کے پیچھے کو اٹھے ہوئے تھے۔ یہ مورتی شیشے کے ایک گول کیپسول میں بند تھی۔

ماریا نے شیشے کا کیپسول اٹھا دیا۔ وہ دیوی کی مورتی کو چھو کر دیکھنا چاہتی تھی۔ جونہی ماریا نے مورتی کو ہاتھ لگایا

اسے ایک جھٹکا سا لگا اور پھر اسے ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے۔

ناگ تھوڑی دیر بعد قمیض خرید کر واپس آیا تو سیدھا شیلا کے کمرے میں آ گیا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے ماریا کو آواز دی۔ ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ ناگ نے محسوس کیا کہ کمرے میں ماریا کی خاص خوشبو نہیں ہے۔ وہ بیڈ روم میں گیا۔ وہ خالی تھا۔ یہاں بھی ماریا کی خوشبو نہیں تھی۔ وہ دوسرے کمرے میں گیا۔ ماریا کو آواز دی۔ ماریا یہاں بھی نہیں تھی۔ اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے ماریا اکیلی بور ہو گئی ہو۔ اور کہیں باہر ٹہلنے نکل گئی ہو۔ لیکن اسے یہ احساس بھی تھا کہ ماریا کے ساتھ وہ ہزاروں سال سے سفر کر رہا ہے اور وہ کبھی بور نہیں ہوئی لیکن ماریا کہاں جا سکتی تھی۔ وہ ضرور باہر ٹہلنے کے لیے نکل گئی ہے۔ ابھی آ جائے گی۔

ناگ نے یہ سوچ کر غسل کیا۔ نئی قمیض پتلون پہنی، بوٹ پہنے، بال ٹھیک کیے اور نیچے شیلا کی ممی کے پاس آ کر باتیں کرنے لگا۔ اتنے میں شام ہو گئی اور ائرپورٹ سے شیلا کا فون آ گیا کہ میں بمبئی پہنچ گئی ہوں۔ فون پر ناگ نے بھی بات کی۔ شیلا کو ناگ کے آنے کی بڑی خوشی ہوئی۔

اس نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں سیدھی گھر آ رہی ہوں۔"

بیس منٹ کے بعد شیلا آ گئی۔ وہ انڈین ائیر لائنز کی ائیر ہوسٹس کے لباس میں تھی اور بڑی خوبصورت لگ رہی تھی۔ ناگ سے مل کر بہت خوش ہوئی۔ اس نے مدراس کے کاروباری سفر کا حال پوچھا۔

ناگ نے کہا:

"بڑا اچھا سفر رہا۔ آج ہی مدراس سے واپس آیا ہوں۔"

ناگ نے شیلا کو نہ بتایا کہ وہ لاہور سے آ رہا ہے اور ماریا بھی اس کے ساتھ ہے۔ اب پھر ناگ کو ماریا کا خیال آ گیا کہ اسے اوپر جا کر دیکھے کہ وہ آ گئی ہے کہ نہیں۔

شیلا نے کہا:

"میں اپنے کمرے میں کپڑے بدل کر ابھی آتی ہوں۔"

ناگ بھی اس کے کمرے میں جانا چاہتا تھا۔ اس نے بہانہ بنا کر کہا:

"میری کنگھی تمہارے کمرے میں رہ گئی ہے۔ لے کر ابھی آتا ہوں پھر تم اوپر جا کر کپڑے بدل لینا۔"

شیلا مسکرا دی۔

ناگ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر شیلا کے کمرے میں آ گیا۔ اس نے آتے ہی ماریا کو آواز دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔

ماریا کی خوشبو بھی وہاں نہیں تھی۔ اب تو ناگ کو فکر ہوا کہ ماریا کہاں چلی گئی ہے۔ شام ہو گئی تھی۔ وہ دوپہر سے غائب تھی۔ اس کے دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ کہیں ماریا کسی مشکل میں تو نہیں پھنس گئی۔ کہیں وہ کسی حادثے کا شکار ہو کر تاریخ میں دو چار سو سال پیچھے تو نہیں نکل گئی۔ اسی سوچ میں گم ناگ سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گیا۔

اس کے آنے کے بعد شیلا مسکراتی ہوئی کپڑے تبدیل کرنے اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ وہ جاتے جاتے ناگ سے کہہ گئی:

"ایک منٹ میں آتی ہوں۔ کھانا اکٹھے کھائیں گے۔"

ابھی شیلا کو اوپر گئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ وہ بھاگتی ہوئی سیڑھیاں پھلانگتے نیچے آ گئی۔ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا اور وہ سخت گھبرائی ہوئی تھی۔ ناگ اور اس کی ممی بھی اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے۔

شیلا نے ممی کو بتایا:

"امبا دیوی کی مورتی غائب ہے۔"

"ہائیں!" شیلا کی ممی کی چیخ سی نکل گئی۔ "مورتی کہاں چلی گئی؟"

شیلا نے پوچھا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میرے بعد اوپر کون گیا تھا؟"
ممی نے کہا:
"ناگ کے سوا اور کوئی نہیں گیا تھا؟"
ناگ نے کہا:
"مگر میں نے وہاں کوئی مورتی نہیں دیکھی تھی"
شیلا نے پوچھا:
"کیا تم دوسرے بیڈ روم میں گئے تھے؟"
"نہیں تو ___ میں تو بس اسی بیڈ روم میں رہا جہاں تمہارا بستر لگا ہے"
"وہ پہلا بیڈ روم ہے۔ امبا دیوی کی مورتی دوسرے بیڈ روم میں تھی" شیلا نے کہا،
شیلا کی ممی تو نڈھال سی ہو کر صوفے پر گر پڑی۔
"ہائے رام اب کیا ہو گا۔ امبا دیوی کی بددعا سے اب ہمیں کوئی نہیں بچا سکے گا"
ناگ نے پوچھا:
"آخر اس مورتی میں ایسی کون سی بات تھی جس کے گم ہونے سے آپ سب اتنے پریشان ہو گئے ہیں اور اس کی بددعا کیا ہے؟"
شیلا بھی سر تھام کر صوفے پر بیٹھ گئی کہنے لگی:

"امبا دیوی کی مورتی ہمارے دادا کو رشی جی مہاراج نے دی تھی۔ ہم لوگ غریب تھے۔ مورتی کے گھر میں آنے سے دولت کی ریل پیل ہو گئی۔ ہم بہت دولتمند ہو گئے۔ رشی مہاراج نے کہا تھا کہ اس مورتی کی حفاظت کرنا۔ اگر یہ گم ہو گئی تو نہ صرف یہ کہ تمہاری دولت چلی جائے گی بلکہ اس کے گم ہونے کے ایک مہینہ بعد اس گھر کے سب افراد ایک ایک کر کے مرنا شروع ہو جائیں گے"
ناگ نے کہا:
"اگر یہ بات ہے تو ہم مورتی کو ضرور تلاش کریں گے وہ کہیں نہیں جا سکتی۔ یہیں کہیں ہو گی"
شیلا بولی:
"مورتی میں قیمتی ہیرے جڑے ہوئے تھے اسے ضرور کوئی چور اٹھا کر لے گیا ہے۔ اب وہ کہاں ملے گی۔ ہمارے گھر پر بدقسمتی کا سایہ پڑ گیا ہے"
شیلا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اسے اپنی اور اپنی ممی کی موت اور گھر کی بربادی صاف نظر آ رہی تھی۔ ناگ کو اچانک ماریا کا خیال آ گیا۔ وہ ماریا کو اوپر والے کمرے میں چھوڑ کر آیا تھا۔ اگر کوئی چور مورتی اٹھانے آتا تو وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ضرور اسے جگا دیتی۔ ناگ نے سوچا کہ اوپر جا کر ماریا سے مورتی کے بارے میں پوچھنا چاہیے۔

اس نے شیلا سے کہا:

"میں اوپر جا کر دیکھتا ہوں۔"

وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر شیلا کے کمرے میں آ گیا۔ کمرے میں آتے ہی جو بات اس نے سب سے پہلے محسوس کی وہ یہ تھی کہ کمرے میں ماریا کی خوشبو بالکل نہیں تھی۔ ناگ نے ماریا کو آواز دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں گیا۔ مورتی کا شیشے کا غلاف ایک طرف پڑا تھا اور مورتی غائب تھی۔ ناگ نے ماریا کو پکارا۔ ایک بار، دوبار تین بار۔ مگر کوئی جواب نہ آیا۔ امبا دیوی کی مورتی بھی غائب تھی۔ اور ماریا بھی وہاں نہیں تھی۔ کیا ماریا کی گم شدگی کا امبا دیوی کی مورتی سے کوئی تعلق ہے؟ ناگ سوچ رہا تھا کہ شیلا اندر آ گئی۔ اس نے بیٹھک روم کے سنگ مرمر کے خالی ٹکڑے کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"اس ٹکڑے کے اوپر امبا دیوی کی مورتی رکھی تھی اس کے اوپر شیشے کا یہ غلاف پڑا تھا۔ شیشے کا خول موجود ہے مگر مورتی غائب ہے۔"

ناگ نے پوچھا:

"یہ مورتی جس دیوی کی ہے اس کا کوئی مندر ہندوستان میں موجود ہے کیا؟"

شیلا نے کہا:

"یہ مورتی ہزار سال پرانی تھی۔ میرے دادا دکن میں ایلورا کے غاروں کے پاس جنگل میں ایک پرانے مندر میں عبادت کیا کرتے تھے۔ وہاں ان کی ملاقات رشی مہاراج سے ہوئی۔ جنہوں نے میرے دادا کو امبا دیوی کی مورتی دے کر کہا اسے اپنے بیٹے کے گھر میں رکھنا۔ وہ غریب ہے اب دھن دولت ان کے گھر میں بہت آئے گی۔ لیکن ایک شرط پر اگر یہ مورتی چوری ہو گئی تو اس گھر میں چالیس دن کے بعد لوگ مرنا شروع ہو جائیں گے۔ میرے دادا یہ مورتی میرے باپ کو نہیں دینا چاہتے تھے مگر میرے باپ کی حالت بڑی پتلی تھی۔ پائی پائی کو ترس رہے تھے۔ انھوں نے دادا کے مرنے کے بعد مورتی گھر میں رکھ لی۔ پھر دولت آنا شروع ہو گئی اور ہم کاروں کوٹھیوں کے مالک بن گئے۔ تب سے ہم اس مورتی کی بڑی حفاظت کرتے تھے۔ میں نے شیشے کا ایک خاص خول بنا کر مورتی پہ چڑھا دیا تھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور جس کمرے میں وہ رکھی تھی ہمیشہ بند رہتا تھا۔"

ناگ نے جلدی سے پوچھا:

"کیا کمرے پر تالا لگا رہتا تھا؟"

"ہاں — مگر اب وہ تالا ٹوٹا ہوا تھا۔ چوروں نے خدا جانے کس اوزار سے تالا توڑ ڈالا تھا۔ حالانکہ وہ دروازے کے اندر لگا ہوا تھا۔"

ناگ کا ماتھا ٹھنکا۔ یہ سوائے ماریا کے اور کسی کا کام نہیں ہو سکتا۔ وہی اتنا مضبوط اور پیچیدہ تالا کھول سکتی ہے بلکہ اس کے ذرا سے دھکیلنے سے تالا کھل گیا ہو گا تو کیا امبا دیوی کی مورتی ماریا لے گئی ہے؟ مگر اسے مورتی لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا تو مورتی اپنے آپ غائب ہو گئی ہے اور ساتھ ماریا کو بھی غائب کر کے لے گئی ہے! ناگ کے ذہن میں طرح طرح کے خیال آ رہے تھے۔ شیلا کمرے کے قالین پر قدموں کے نشان دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"قالین پر چور کے پاؤں کے نشان بھی نہیں ہیں۔"

اس نے کہا۔

ناگ نے کہا:

"بھلا قالین پر قدموں کے نشان کیسے پڑیں گے؟"

شیلا کہنے لگی:

"ہم نے دروازے کے ساتھ ہی اندر کی طرف مٹی کے رنگ کا ایک سفوف بکھیر رکھا تھا تاکہ اگر کوئی چور یہاں آئے تو قالین پر اس کے پاؤں کے نشان پڑ جائیں۔"

"تو کیا چور کے پاؤں کے نشان ہیں؟" ناگ نے پوچھا۔

شیلا نے کہا:

"یہی تو میں حیران ہوں۔ سفوف بھی ویسے ہی بکھرا ہوا ہے۔ نہ سفوف پر کسی کے قدموں کے نشان ہیں اور نہ قالین پر۔ صرف تمہارے اور میرے قدموں کے نشان ہیں جو اب پڑے ہیں۔ ایک بار جب تم پہلے اکیلے اوپر آئے تھے اور دوسری بار اب جب ہم اندر آئے ہیں۔"

ناگ کو اب ماریا کی فکر پڑ گئی تھی۔ اس کے پاؤں کے نشان فرش یا قالین پر نہیں پڑ سکتے تھے۔ وہ ضرور اندر آئی ہے اور مورتی کا شیشے کا خول اس نے اٹھایا ہے اور اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ ناگ کو معلوم نہیں تھا۔ شیلا کی ماں کا غم کے مارے برا حال تھا۔ اس نے اسی وقت پولیس کو فون کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر میں بمبئی کی پولیس آ گئی۔ ان کے ساتھ رمیش نام کا ایک جاسوس بھی تھا۔ پولیس انسپکٹر اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جاسوس نے سب کمروں کا جائزہ لیا، تصویریں اتاریں۔ شیشے کے خول پر کسی کی انگلیوں کے نشان نہیں تھے۔ یہ خول ماریا نے اٹھایا تھا اور اس کی انگلیوں کے نشان نہیں پڑ سکتے تھے جاسوس انسپکٹر رومیش نے ناگ کے بارے میں شیلا سے پوچھ گچھ کی۔ شیلا نے بتایا کہ مسٹر ناگ کا کویت میں کاروبار ہے اور وہ اس کے دوست ہیں۔

انسپکٹر رومیش نے ناگ کو گہری نظروں سے دیکھا اور کہا،

"مسٹر ناگ! آپ کو ہمارے ساتھ پولیس سٹیشن تک چلنا ہوگا۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ آپ سے وہاں کچھ سوالات پوچھنے ہیں۔ ہمیں آپ کی زندگی کی بھی حفاظت کرنی ہے۔ میرا خیال ہے آپ بُرا نہیں مانیں گے۔"

شیلا نے کہا:

"اس کی کیا ضرورت ہے انسپکٹر رومیش! مسٹر ناگ تو آج ہی کویت سے آئے تھے۔"

انسپکٹر رومیش نے کہا،

"آئی ایم سوری مس شیلا! ہمیں قانون کے بھی تقاضے پورے کرنے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں، ہم انہیں تھوڑی دیر میں واپس بھیج دیں گے۔"

ناگ نے کہا،

"کوئی بات نہیں شیلا جی! میں بڑی خوشی سے انسپکٹر رومیش کے ساتھ پولیس سٹیشن جانے کو تیار ہوں۔"

ناگ گاڑی میں بیٹھ کر پولیس سٹیشن آ گیا۔

اس وقت رات کے نو بج رہے تھے۔ بمبئی شہر کی عمارتیں روشنی سے جگ مگ کر رہی تھیں۔ ناگ کو پولیس انسپکٹر رومیش کی ذرا بھی پروا نہیں تھی۔ اسے صرف ماریا کا فکر لگا ہوا تھا کہ وہ امبا دیوی کی مورتی کے ساتھ کہاں اور کیسے غائب ہو گئی۔ کیا امبا دیوی میں کوئی زبردست طاقت یا جادو تھا جس کی وجہ سے اس نے ماریا کو بھی اپنے ساتھ غائب کر دیا؟

پولیس سٹیشن کے ایک چھوٹے سے کمرے میں ناگ کو کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ اس کے سامنے دو ہزار واٹ کا بجلی کا بلب روشن ہو گیا۔ اس کی روشنی سیدھی ناگ کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ انسپکٹر رومیش اس کے آگے میز پر بیٹھ گیا اور اس نے ناگ کی طرف گھورتے ہوئے سوال پوچھنے شروع کر دیئے۔

انسپکٹر: کویت میں تمہارا کس چیز کا کاروبار ہے مسٹر ناگ؟"

ناگ: "پلاسٹک کے سامان کا۔"

انسپکٹر: کیا میں تمہارا پاسپورٹ دیکھ سکتا ہوں؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ: "میرا پاسپورٹ گم ہو چکا ہے۔"

انسپکٹر: "تم آج ہی کویت سے آئے ہو اور تمہارا پاسپورٹ آج ہی گم ہو گیا؟ کیا تم نے اس کی رپورٹ تھانے میں کروائی تھی؟"

ناگ: "صبح کروانے والا تھا۔"

انسپکٹر: (قریب آ کر گھورتے ہوئے) "مسٹر ناگ! ہمیں تم سے ہمدردی ہے اگر تم سب کچھ صاف صاف ہمیں بتا دو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں کسی کا نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔"

ناگ: "مجھے جو کچھ بتانا تھا بتا چکا ہوں۔"

انسپکٹر: "مسٹر ناگ! ہمارے پاس سچ بلوانے کے لیے بہت سے طریقے اور اور ترکیبیں ہیں۔ ہم نے پہلی ترکیب ہی استعمال کی تو تم بک پڑو گے۔ بہتر ہے کہ اسی وقت ہمیں سب کچھ بتا دو تا کہ نہ تمہیں تکلیف اٹھانی پڑے اور نہ ہمارا وقت ضائع ہو۔"

دو ہزار واٹ کے بلب کی تیز روشنی ناگ کی آنکھوں میں پڑ رہی تھی۔ اس قسم کی روشنی کا تجربہ ناگ کو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اتنی تیز روشنی اس کی آنکھوں میں اتنی دیر تک سیدھی کبھی نہیں پڑی تھی۔ انسپکٹر رومیش نے دیکھا کہ ناگ کی آنکھوں سے نیلی

اور نارنجی رنگ کی باریک باریک کرنیں نکل کر کمرے میں پھیل رہی ہیں۔ ان کرنوں کی طرف انسپکٹر نے کوئی توجہ نہ دی کیوں کہ اس پر ان کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ ناگ پر بھی ان کرنوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ صرف ناگ کو اپنے کوئی خفیہ طاقت بیدار ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ بلب کی تیز روشنی نے سیدھا ناگ کی آنکھوں میں گھس کر اس کے اندر ایک قسم کی لہریں پیدا کرنی شروع کر دی تھیں۔

لیکن ناگ کی آنکھوں سے نکلنے والی نیلی اور نارنجی کرنوں کا سب سے زیادہ اثر پولیس سٹیشن کے ارد گرد کے باغ پر پڑ رہا تھا۔ اس باغ میں ایک جگہ درختوں کے نیچے زمین کے اندر ایک اژدہا کئی سالوں سے مرا ہوا پڑا تھا۔ اس کی کھال خشک ہو کر اس کے جسم کے ساتھ چمٹ گئی تھی۔ ناگ کی آنکھوں سے جو شعاعیں اپنے آپ نکل رہی تھیں ان میں زندگی کی بے پناہ طاقت چھپی ہوئی تھی۔ جونہی یہ کرنیں زمین کا سینہ چیر کر اژدہا کی لاش تک پہنچیں اس کی خشک کھال میں جان پڑنی شروع ہو گئی۔ رگیں اور گوشت کے پٹھے اپنے آپ دوبارہ بننے شروع ہو گئے۔

ادھر انسپکٹر رومیش ناگ سے پوچھ گچھ کر رہا تھا۔

اس نے ناگ کو کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"معلوم ہوتا ہے سیدھی انگلی گھی نہیں نکلے گا"

اس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ تین سپاہی اندر آ گئے۔ انہوں نے ناگ کی مشکیں کس دیں اور گردن میں پھندا ڈال کر اسے کسنا شروع کیا۔

ناگ نے کہا:

"مسٹر رومیش! امبا دیوی کی مورتی میں نے چوری نہیں کی نہ ہی مجھے معلوم ہے کہ اسے کس نے چرایا ہے۔ میں بے گناہ ہوں۔ تم مجھ پر ظلم کر کے اپنی موت کو اپنی طرف بلا رہے ہو۔ میں اگر چاہوں تو ایک پل کے اندر اندر آزاد ہو سکتا ہوں مگر میں چاہتا ہوں کہ تم خود مجھے آزاد کرو اور یہ بات تسلیم کر لو کہ میں بے قصور ہوں"

انسپکٹر رومیش نے قہقہہ لگایا۔

"مسٹر ناگ! تمہاری یہ چکر بازیاں مجھ پر نہیں چلیں گی میں نے تمہارے ایسے کئی چور دیکھے۔"

اس نے سپاہی کو حکم دیا کہ ناگ کی گردن کا پھندا کس کر اسے دروازے میں الٹا لٹکا دیا جائے۔ ناگ کی آنکھوں سے شعاعیں برابر نکل رہی تھیں اور تھانے کے باغ کی زمین کے اندر دبے ہوئے اژدہا میں جان پڑ رہی تھی سپاہی

نے ناگ کو دیوار کے ساتھ الٹا لٹکانے کے لیے پھانسی کا پھندا اپنی طرف کھینچا ہی تھا کہ باہر تھانے میں شور مچ گیا۔ انسپکٹر رومیش جلدی سے باہر گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ تھانے کے باغ میں ایک بڑا اژدہا پھنکارتا، آگ کے شعلے نکالتا تھانے کے برآمدے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سپاہی اس پر فائرنگ کرنے لگے۔ اژدہا گولیاں لگنے سے زخمی ہو گیا مگر وہ برابر آگے بڑھتا رہا۔ اس کے منہ سے نکلنے والے شعلوں سے تھانے کے ایک حصے کو آگ لگ گئی۔ فائرنگ کرنے والے تین سپاہی بھی آگ میں جل کر وہیں راکھ ہو گئے۔ اژدہا کے شعلوں نے تھانے کے دوسرے حصے کو بھی آگ لگا دی۔ انسپکٹر رومیش اور تھانیدار وہاں سے باہر کو بھاگ گئے۔ ناگ نے اژدہا کی پھنکار سن لی تھی۔ اس کے پاس جو سپاہی کھڑے تھے وہ بھی اسے اکیلا چھوڑ کر دوڑ گئے۔ ناگ نے گہرا سانس بھر کر پرندے کی شکل اختیار کی اور باہر آ گیا۔

باہر کا منظر بڑا خوف ناک تھا۔

باغ میں اژدہا کی لاش گولیوں سے چھلنی ہو کر تڑپ رہی تھی۔ اس کے منہ سے دھوئیں کے ساتھ غراہٹ کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ چھ سات سپاہیوں کی جلی ہوئی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لاشیں پڑی تھیں اور تھانے کو آگ لگی ہوئی تھی۔ لوگ سڑک پر کھڑے شور مچا رہے تھے۔ جس وقت ناگ تھانے کے درختوں کے اوپر سے اڑتا ہوا شیلا کی کوٹھی کی طرف مڑا اس نے آگ بجھانے والے انجنوں کی آوازیں سنیں۔

شیلا کی کوٹھی کے لان میں ایک طرف ہو کر ناگ نے انسان کی شکل اختیار کی اور گھنٹی بجا کر کوٹھی کے ڈرائینگ روم میں آ گیا۔ رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے۔ نوکر نے شیلا کو اطلاع کی۔ وہ بہت پریشان تھی۔

اس نے ناگ کو دیکھا تو کہا:

"پولیس والوں نے تمہیں تنگ تو نہیں کیا؟"

ناگ نے کہا:

"نہیں۔ ویسے وہ خود بہت تنگ ہوئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تھانہ اس وقت آگ میں جل رہا ہے۔"

"آگ کس نے لگائی؟" شیلا نے پوچھا۔

ناگ نے کہا:

"شیلا! ان باتوں کو چھوڑو۔ میں اس وقت امبا دیوی کی مورتی کی چوری کے سلسلے میں تم سے ایک اہم بات پوچھنے آیا ہوں۔"

شیلا نے آہ بھر کر کہا:

"مسٹر ناگ! مورتی کی چوری کی وجہ سے ہمارے گھر میں سوگ پڑ گیا ہے۔ ممی تب سے بے ہوش پڑی ہے اور ڈاکٹر ان کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ میرا خود غم سے برا حال ہو رہا ہے۔ اگر مورتی چالیس دنوں کے اندر اندر واپس نہ ملی تو اس گھر میں پہلی موت واقع ہو جائے گی اور پھر گھر کے سارے لوگ مر جائیں گے اور گھر اجڑ جائے گا۔"

ناگ نے کہا:

"مجھے یہ بتاؤ کہ کیا جس دیوی کی مورتی چوری ہوئی ہے اس کا ہندوستان میں کوئی مندر بھی ہے جہاں اس کی پوجا ہوتی ہو؟"

شیلا نے کہا:

"میرے دادا نے میرے پتا جی کو بتایا تھا کہ جس رشی مہاراج نے انہیں یہ مورتی دی تھی، انہوں نے کہا تھا کہ آج سے ایک ہزار سال پہلے بھارت کے شہر دکن کے قریب جہاں آج کل ایلورا کے تاریخی غار ہیں وہاں ایک مندر ہوا کرتا تھا۔ یہ مندر پتھر کے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹ کر بنایا گیا تھا۔ اس مندر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہیں امبا دیوی کا بت بنا ہوا تھا۔ پورن ماشی کی رات کو ہر مہینے اس دیوی کے آگے ایک خوبصورت کنواری لڑکی کو قربان کیا جاتا تھا۔ پھر کسی غیبی طاقت نے اس مندر کو تباہ کر دیا۔ امبا دیوی کا بت گر کر پاش پاش ہو گیا۔ لوگ خوف کے مارے وہاں سے بھاگ گئے اور وہ علاقہ ویران ہو گیا۔"

ناگ نے کہا:

"شیلا! میں امبا دیوی کی مورتی کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ وعدہ کرتا ہوں کہ چالیس روز کے اندر اندر مورتی لا کر تمہیں واپس کر دوں گا تاکہ تمہارے گھر میں موت اپنا سایہ نہ ڈال سکے۔"

شیلا کہنے لگی:

"اس میں تمہاری اپنی جان کا بھی تو خطرہ ہے۔ بھگوان کے لیے یہ ارادہ ترک کر دو۔"

ناگ نے کہا:

"اس کے سوا کوئی چارہ نہیں شیلا! مجھے مورتی کو تلاش کرنا ہی ہو گا۔"

شیلا نے کہا:

"تم ایک کمزور انسان ہو ناگ! دیوی دیوتاؤں کا

مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ دیوی دیوتاؤں میں زبردست طاقت ہوتی ہے۔"

اتنے میں گھنٹی بجی اور اس سے پہلے کہ نوکر جا کر دروازہ کھولے، انسپکٹر رومیش چار سپاہیوں کے ہمراہ اندر گھس آیا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اس نے آتے ہی ناگ کو گرج کر کہا:

"ہینڈز اپ! بھاگنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا!"

شیلا حیران تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ انسپکٹر رومیش نے شیلا کی طرف دیکھ کر کہا:

"مس شیلا! آپ کی مورتی کا چور پکڑا گیا ہے۔"

پھر سپاہیوں کو حکم دیا:

"مسٹر ناگ کو ہتھکڑی لگا کر تھانے لے چلو۔"

سپاہی نے اسی وقت ناگ کو ہتھکڑی لگا دی۔

شیلا نے ناگ سے کہا:

"یہ میں کیا سن رہی ہوں ناگ! کیا امبا دیوی کی مورتی تم نے چوری کی ہے؟"

ناگ نے کہا:

"میں چور کی تلاش میں جا رہا ہوں جس وقت مل گئی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اسی وقت لا کر تمہیں پیش کر دوں گا۔"

انسپکٹر نے قہقہہ لگایا۔

"مسٹر ناگ! چور کو تلاش کرنے تم نہ جا سکو گے۔"

ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا!

"جا سکتا ہوں انسپکٹر رومیش۔ تمہارے سامنے جاؤں گا اور تمہارے شہر کی ساری پولیس مل کر بھی مجھے نہ پکڑ سکے گی۔"

اور اس کے ساتھ ہی ناگ نے ایک گہرا سانس لیا اور غائب ہو گیا۔ لوہے کی ہتھکڑیاں زمین پر گر پڑیں۔ انسپکٹر رومیش شیلا کا منہ اور شیلا اس کا منہ تکنے لگی۔ انہوں نے اپنی زندگی میں پہلی بار کسی انسان کو غائب ہوتے دیکھا تھا۔ ناگ کے غائب ہونے کے بعد انہوں نے زرد رنگ کی ایک چڑیا کو پھڑ پھڑا کر کمرے کا چکر لگاتے اور پھر روشندان میں سے باہر کو نکلتے دیکھا تھا۔ مگر وہ کبھی اس بات کا تصور بھی دماغ میں نہیں لا سکتے تھے کہ ایک جیتا جاگتا آدمی غائب ہو کر چڑیا کا روپ بدل سکتا ہے۔

شیلا نے انسپکٹر کی طرف دیکھ کر کہا:

"انسپکٹر رومیش! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں؟"

انسپکٹر رومیش نے پستول جیب میں ڈالتے ہوئے کہا:

"مس شیلا جی! یہ شخص کوئی بہت بڑا جادوگر تھا۔ مگر آپ فکر نہ کریں۔ ہم اسے جہاں بھی یہ ہو گا گرفتار کر کے

رہیں گے۔ اب اجازت دیجئے ہاں! اگر آپ کے ہاں یہ جادوگر دوبارہ آ جائے تو ہمیں کسی طریقے سے فوراً خبر کر دیجئے گا۔ میں بھی ایک جادوگر کی خدمات حاصل کروں گا۔"

انسپکٹر رومیش سپاہیوں کو لے کر کمرے سے نکل گیا اور شیلا بے دم سی ہو کر صوفے پر گر پڑی۔ اس کے دل میں اب بھی یقین تھا کہ ناگ کوئی جادوگر نہیں بلکہ کوئی دشٹ منی سنیاسی ہے اور وہ امبا دیوی کی مورتی اسے ضرور واپس لا کر دے گا۔

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خطرناک خزانہ

عنبر کے ساتھ کیا گزری؟

آیئے اب اس کی خبر لیتے ہیں اور آج سے سات آٹھ سو برس پہلے کے ملک شام کی طرف چلتے ہیں۔ عنبر کو ہم نے وہاں آخری بار چھوڑا تھا جب وہ مصر کی سرحد کو عبور کر کے ملک شام کی سرحد میں داخل ہوتا ہے۔ صحرا میں اسے ریت کا طوفان آ لیتا ہے اور وہ طوفان میں بھٹک جاتا ہے مگر کافی جدوجہد کے بعد اسے ملک شام کے ایک شہر کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ یہ ایک مینار ہے جو دور سے نظر آ رہا ہے۔ دوپہر کا وقت ہے۔ عنبر اس شہر کی طرف بڑھنا شروع کرتا ہے۔ اس کے دل میں بھی ماریا اور ناگ کا خیال لگا ہوا ہے کہ ان سے ملاقات کب ہو گی اور وہ کہاں ہوں گے۔

سورج صحرا میں چمک رہا ہے۔ جوں جوں وہ شہر کے مینار کی طرف بڑھتا ہے۔ روشنی کم ہوتی جاتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے

کہ شاید آسمان پر بادل چھا رہے ہیں مگر وہ دیکھتا ہے۔ آسمان پر بادل کا ایک بھی ٹکڑا نہیں ہے اور اندھیرا ہونے لگا ہے۔ اس نے دوپہر کے وقت بادلوں کے بغیر کبھی اندھیرا ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ سورج کو دیکھنے کے لیے آسمان کی طرف منہ اٹھاتا ہے۔ سورج اسے کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ کیا سورج غروب ہو گیا ہے؟ مگر دوپہر کے وقت تو سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ عنبر آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

وہ مینار کے قریب آتا ہے تو اندھیرا اور زیادہ چھا جاتا ہے اور مینار اسے ایک لمبا سایہ یا اندھیرے کا ستون سا لگتا ہے۔ پھر اسے شہر کی دیوار اور ایک دروازہ ملتا ہے۔ یہاں بھی اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ کوئی دیا یا شمع نہیں جل رہی۔ کہیں کسی جگہ آگ بھی روشن نہیں ہے۔ عنبر اندھیرے میں کچھ لوگوں کو سر جھکائے گزرتے دیکھتا ہے۔ وہ حیران ہوتا ہے کہ یا اللہ دن کے وقت اس شہر پر اتنی تاریکی کیسے چھا گئی ہے اور اس شہر کی دھوپ کہاں چھپ گئی ہے۔

وہ شہر کے دروازے میں سے گزر کر ایک چوک میں آ جاتا ہے۔ گھروں کے دروازے کھلے ہیں اور لوگ سر جھکائے دروازوں پر بیٹھے آہیں بھر رہے ہیں۔ عنبر دیکھتا ہے کہ یہ سب بوڑھے لوگ ہیں۔ بوڑھی عورتیں ہیں۔ شہر میں اسے ایک بھی جوان

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عورت یا مرد دکھائی نہیں دیتا۔ کوئی بچہ بھی کہیں نظر نہیں آتا۔ کسی گھر میں کوئی چراغ روشن نہیں۔ کسی گھر کے چولہے میں آگ نہیں جل رہی۔ چوک میں دکانیں کھلی ہیں۔ بوڑھے دکاندار سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ عنبر چونکہ اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا تھا اس لیے وہ ان بوڑھوں کی آنکھوں میں آنسو بھی دیکھ لیتا ہے۔ دکانوں پر کوئی گاہک نہیں ہے۔ چند ایک بوڑھی عورتیں ایک دوسری کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے، سر جھکائے روتی ہوئی عنبر کے قریب سے گزر جاتی ہیں۔

عنبر حیران ہوتا ہے کہ یا الٰہی اس شہر کو کیا ہو گیا ہے کہ دن کے وقت اندھیرے میں ڈوبا ہوا ہے اور ہر کوئی بوڑھا ہے اور آنکھوں میں آنسو لیے سر جھکائے گھر کے دروازے پر بیٹھا ہے۔ اور عورتیں بازاروں میں سے بین کرتی ہوئی گزرتی ہیں۔ عنبر ایک دکان پر جا کر بوڑھے دکاندار کو سلام کرتا ہے۔ بوڑھا اس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا۔

عنبر کہتا ہے:

"اے بزرگ! میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ اس شہر کے ساتھ کیا مصیبت گزری ہے؟"

بزرگ آہ بھر کر عنبر کو دیکھتا ہے اور پھر سر جھکا لیتا ہے۔

عنبر کہتا ہے:

"کیا اس تاریک شہر کو کسی کی بددعا لگی ہے؟"

بوڑھے آدمی نے عنبر کو قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر بات یہ کہی کہ تم اس سوگوار بدنصیب شہر میں کیوں آ گئے؟ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ تباہی اس شہر کی قسمت میں لکھی جا چکی ہے۔ اس شہر پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے اور خدا نے اس شہر کے سورج کو واپس بلا لیا ہے۔ یہ شہر آہستہ آہستہ اندھیرے میں غرق ہو رہا ہے۔"

عنبر نے پوچھا:

"تم لوگ چراغ جلا کر گھروں اور بازاروں میں روشنی کیوں نہیں کر لیتے؟"

بوڑھے نے کہا:

"اس شہر کو اپنے گناہوں کی سزا ملی ہے۔ یہاں چراغ بھی روشن نہیں ہوتے۔ چولہوں میں آگ بھی روشن نہیں ہوتی۔ جو کوئی پتھر رگڑ کر چراغ روشن کرنا یا آگ جلانا چاہتا ہے آگ کی چنگاریاں فوراً بجھ جاتی ہیں۔"

عنبر نے پوچھا:

"اس شہر کے نوجوان مرد اور عورتیں کہاں چلی گئی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہیں اور دیکھے کہاں ہیں؟"

بڈھا بولا:

"نوجوان مرد اور عورتیں اپنے گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں اور بچوں کو ہم نے گھروں میں بند کر رکھا ہے۔"

عنبر بولا:

"آخر اس شہر پر خدا کا عذاب کیوں نازل ہوا؟"

بوڑھے نے کہا:

"اس شہر میں لوگ گناہوں میں ڈوب گئے تھے۔ کبھی یہ شہر نیک دل لوگوں کے لیے مشہور تھا۔ اس کے آسمان پر سورج صبح سے شام تک چمکتا تھا اور اس میں کھانے پینے کی چیزیں اتنی زیادہ تھیں کہ دوسرے شہروں سے لوگ یہاں آکر مفت کھانا کھایا کرتے تھے۔ لوگوں نے گھروں کے باہر لنگر لگا رکھے تھے۔ ہر کوئی خوش حال تھا۔ دولت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ لوگ سونے کے توروں پر روٹی پکاتے تھے۔ اور سونے کی پھونکنیوں سے آگ سلگاتے تھے۔ پھر اس شہر کی خوش حالی اور نیکی کو کسی کی نظر لگ گئی۔ لوگ بدکاریوں اور عیاشیوں میں پڑ گئے انھوں نے دونوں ہاتھوں سے دولت لٹانی شروع

کر دی۔ جب دولت ختم ہو گئی تو انھوں نے چیزوں میں ملاوٹ شروع کر دی اور ایک دوسرے پر ظلم کرنے لگے۔ وہ ایک دوسرے کا مال ہضم کرنے لگے۔ ایک دوسرے کو نوچنے لگے۔ گھروں میں چوریاں ہونے لگیں۔ باہر سے کوئی مہمان آتا تو اسے لوٹ لیا جاتا اور پھر قتل کر دیا جاتا۔ لوگ سورج کی روشنی میں ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگے۔ بھائی بھائی کا دشمن ہو گیا۔ بیٹا باپ سے بدتمیزی کرنے لگا جب ظلم، گناہ اور بدکاریاں اپنی انتہا کو پہنچ گئیں تو ایک روز لوگ رات کو سو کر اٹھے تو دیکھا کہ سورج غائب تھا۔ پھر ایک روز سیاہ آندھی چلی جس میں دلوں کو دہلا دینے والی کڑک اور گرج تھی۔ شہر کے سارے لوگ بے ہوش ہو گئے۔ جب آندھی اور گرج کا طوفان تھما تو لوگوں نے دیکھا کہ شہر کے سارے نوجوان مرد اور عورتیں غائب تھیں، صرف بوڑھے مرد اور عورتیں باقی رہ گئی تھیں۔ ہر کوئی انھیں تلاش کرنے لگا۔ مگر ان کا کوئی سراغ نہ ملا۔ تب سے لے کر اب تک کتنے ہی سال گزر گئے ہیں۔ اس شہر کا سورج غائب ہے اور اندھیرا چھایا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے۔ آگ روشن نہیں ہوتی۔ لوگ آہستہ آہستہ مر رہے ہیں۔ جو کوئی یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرتا ہے وہ شہر کے دروازے سے باہر نکلتے ہی دھڑام سے گرتا ہے اور مر جاتا ہے۔"

عنبر اس بدنصیب شہر کی الم ناک کہانی سن کر بڑا متاثر ہوا۔ اس نے اپنے طویل سفر میں اس قسم کا شہر کبھی نہیں دیکھا تھا کہ جس کا سورج غائب ہو اور لوگ ایک عذاب میں گرفتار ہوں اور شہر سے فرار بھی نہ ہو سکتے ہوں۔

اس نے بوڑھے سے کہا:

"کیا طوفانی آندھی کے بعد کسی نے پھر شہر کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو نہیں دیکھا؟"

بوڑھے نے آہ بھری اور کہا:

"نہیں اے اجنبی نوجوان! پھر کسی نے ان کی شکل تک نہیں دیکھی۔ مگر لوگ کہتے ہیں کہ اس شہر کے شمال میں پہاڑ کے اندر ایک بہت بڑا غار ہے۔ شہر کے سارے گناہ گار نوجوان مرد اور عورتیں اس غار میں اپنے گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں اور قیامت تک اپنے اعمال کی سزا بھگتتے رہیں گے۔"

پھر بوڑھے نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:

"تم بھی نوجوان مسافر ہو۔ اس عذاب میں مبتلا شہر کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔ نہیں تو تم پر بھی کوئی آفت آ جائے گی۔"

عنبر نے کہا:

"بابا! میں اس شہر کا سورج واپس لانے کی کوشش کروں گا۔"

بوڑھا ایک دم چونک اٹھا:

"نہیں نہیں بیٹا! ایسی بات پھر نہ کہنا۔ نہیں تو تم پر خدا کا قہر نازل ہو جائے گا۔"

عنبر بولا:

"میں خدا سے اس شہر کے گناہ معاف کراؤں گا۔"

بوڑھا عنبر کا منہ تکنے لگا:

"کیا تم جہنم کے غار میں جاؤ گے؟"

عنبر نے کہا:

"ہاں — میں وہیں جا رہا ہوں۔"

عنبر تاریک شہر کے دروازے سے نکل کر باہر آ گیا اور شمال کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ شمال میں ایک اونچا پہاڑ آ گیا۔ جس کے دامن میں ایک بہت بڑا غار منہ پھاڑے جیسے عنبر کو نگلنے کے لیے تیار تھا۔ عنبر غار میں داخل ہو گیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

درخت کی جس ٹہنی پر بیٹھا ہے اس کو آری سے کاٹ رہا ہے۔ جب ٹہنی کٹ گئی تو وہ دھڑام سے نیچے گڑھے میں گر گیا اور اس کا سر پھٹ گیا۔ وہ دوبارہ درخت کی ٹہنی پر آ کر بیٹھ گیا اور پھر اسی ٹہنی کو کاٹنے لگا۔ عنبر نے اس سے پوچھا کہ اسے یہ کس گناہ کی سزا مل رہی ہے۔

وہ آدمی آہ بھر کر بولا:

"میں دوسروں کے راستے میں کانٹے بویا کرتا تھا۔ دعا کرو خدا میرے گناہ معاف کر دے۔"

عنبر آگے بڑھا تو اس نے غار میں ایک آدمی کو دیکھا جو بھوک سے تڑپ رہا تھا۔ نوکر اس کے آگے تھالوں میں ہیرے جواہرات اور سونے کی ڈلیاں بھر کر رکھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: "آقا! یہ ہیرے جواہرات کھا لیجئے۔" اس آدمی کو اس کے جس گناہ کی سزا مل رہی تھی وہ یہ تھا کہ اس نے ہمیشہ دوسروں کا حق مار کر دولت جمع کی تھی اور ایک پائی کی خیرات نہ کرتا تھا۔

عنبر غار میں آگے بڑھا تو ایک آدمی کو دیکھا کہ دلدل میں گردن تک ڈوبا ہوا تھا اور سانپ اس کی ناک میں گھس کر کانوں سے باہر نکل رہے تھے۔ وہ شخص چیخ رہا تھا:

"میں بدکار تھا۔ مجھے میری بدکاریوں کی سزا مل رہی ہے۔"

عجیب و غریب انسانی اور جانوروں کی چیخوں کی آوازیں سنائی دیں۔ مگر وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ غار کا ایک موڑ گھوم کر اس کی آنکھوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو ایک چشمے کے کنارے بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھلنی تھی۔ وہ اس چھلنی کو چشمے میں ڈبو کر اٹھاتا تو سارا پانی چھلنی کے سوراخوں میں سے بہہ جاتا۔ وہ چھلنی کو منہ تک لا کر کہتا:

"میں پیاس سے مرا جا رہا ہوں۔ پانی! پانی!"

یہ کہہ کر وہ دوبارہ چھلنی کو پانی میں ڈبوتا اور جب اٹھاتا تو سارا پانی اس کے سوراخوں سے بہہ جاتا۔ وہ پانی کو چلّو میں بھرنے کی کوشش کرتا تو پانی ریت بن جاتا۔ عنبر نے اس سے پوچھا کہ اس کو یہ کس گناہ کی سزا مل رہی ہے؟

اس نے کہا:

"عنبر! میں غریب مزدوروں پر ظلم کرتا تھا اور ان کی دن بھر کی کمائی خود کھا جاتا تھا۔ اب میں پچھتا رہا ہوں۔ کاش میرا خدا مجھے معاف کر دے۔"

عنبر نے کہا:

"میں تمہارے حق میں دعا کروں گا۔"

عنبر یہ کہہ کر آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اے خدا مجھے معاف کر دے میں اب کبھی بدکاری نہیں کروں گا۔"

عنبر اس کے حق میں دعا مانگتا ہوا آگے بڑھا تو ایک عورت کو دیکھا کہ اس کے سر کے بال اس کے پاؤں سے بندھے ہوئے تھے اور وہ رو رہی تھی۔ اس نے عنبر کو بتایا کہ وہ دوسروں کی اولاد کو برے راستوں پر ڈالا کرتی تھی اور اب اپنے کیے کی سزا بھگت رہی ہے۔

"میرے لیے دعا کرو کہ خدا میرے گناہ معاف کر دے۔"

غار میں آگے بھی کچھ لوگ عذاب میں گرفتار آہ و بکا کر رہے تھے۔ مگر عنبر سے یہ دردناک منظر نہ دیکھے گئے۔ وہ غار سے باہر آ گیا۔ اس نے باہر آتے ہی وضو کیا اور دو نفل پڑھ کر خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر عذاب میں گرفتار لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کی۔ وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو درختوں میں سے ایک بزرگ نکل کر عنبر کے پاس آئے اور بولے:

"عنبر! اگر تم اس شہر اور شہر کے لوگوں کو عذاب سے چھٹکارا دلانا چاہتے ہو تو یہاں سے دو کوس کے فاصلے پر ایک دریا ہے۔ دریا کے دوسرے کنارے پر ایک نیک آدمی رہتا ہے۔ اسے کہو کہ وہ اس شہر کے لوگوں کے حق میں دعا کرے۔ ہو سکتا ہے خدا انہیں

معاف کر دے۔"

عنبر نے پوچھا:

"کیا وہ نیک آدمی کوئی پادری ہے یا کوئی خدا رسیدہ درویش ہے؟"

بزرگ نے کہا:

"وہ نیک آدمی نہ تو کوئی پادری ہے اور نہ ہی کوئی درویش ہے۔ وہ ایک کمہار ہے اور شہر سے باہر دریا کے کنارے ایک جھونپڑی میں رہتا ہے۔ تم جب اس سے ملو گے تو تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا نیکی کرتا ہے اور خدا اس کی دعائیں کیوں قبول کرے گا۔"

یہ کہہ کر بزرگ درختوں میں جدھر سے آئے تھے واپس چلے گئے۔

عنبر اس نیک دل کمہار سے ملنے دریا کی طرف چل دیا۔ دو کوس کے فاصلے پر اسے دریا کے کنارے اندھیرے میں ایک جھونپڑی دکھائی دی جس میں سے چراغ کی دھیمی دھیمی روشنی باہر نکل رہی تھی۔ یہاں اندھیرا اتنا گہرا نہیں تھا۔ عنبر نے جھونپڑی کی کھڑکی میں سے دیکھا کہ اندر دیا جل رہا ہے اور ایک نوجوان ٹوٹی پھوٹی چارپائی پر لیٹے سفید بالوں والے ایک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کمزور سے بوڑھے کے پاؤں داب رہا ہے۔ اس وقت شہر کے لوگ میٹھی نیند کے مزے لے رہے تھے مگر وہ نوجوان جاگ رہا تھا۔ بوڑھا ذرا کھانستا تھا تو وہ نوجوان اُٹھ کر اس کے حلق میں کسی دوائی کے چند قطرے ٹپکا دیتا اور پھر پائنتی کی طرف آ کر اس کے پاؤں دابنے لگتا تھا۔ عنبر جھونپڑی کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

پو پھٹنے کے بعد سورج نکل آیا۔ یہاں سورج غائب نہیں تھا۔ سورج کی سنہری روشنی جھونپڑی کے اردگرد پھیل گئی۔ وہ نوجوان کمہار جھونپڑی میں سے بوڑھے آدمی کے میلے کپڑے لے کر نکلا اور اسے دریا پر دھونے لگا۔ کپڑے دھو کر اس نے جھونپڑی کے باہر سوکھنے کے لیے ڈال دیئے اور خود چاک پر بیٹھ کر مٹی کے برتن بنانے لگا۔

عنبر نے پاس جا کر سلام کیا اور پوچھا:

"بھائی کیا تم اس جنگل میں اکیلے رہتے ہو؟"

نوجوان کمہار نے کہا:

"نہیں بھائی! میں اپنے باپ کے ساتھ رہتا ہوں میرا باپ جھونپڑے میں ہے۔ وہ بیمار ہے۔ اسے ایسا مرض لگا ہے کہ کوئی اس کے قریب نہیں جاتا۔

حکیم کہتے ہیں اگر کوئی اس کے پاس گیا تو یہ بیماری اسے بھی لگ جائے گی اور وہ مر جائے گا۔"

عنبر نے پوچھا:

"کیا تمہیں اپنی جان کا خطرہ نہیں ہے؟"

نوجوان کمہار نے کہا:

"وہ میرا باپ ہے۔ اس نے مجھے پالا پوسا ہے۔ اب وہ بوڑھا ہو گیا ہے اور بیمار ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں اس کی خدمت کروں۔ اگر میں مر بھی گیا تو قیامت کے دن خدا کے حضور یہ سوچ کر شرمندہ تو نہ ہوں گا کہ میں نے اپنے باپ کو مرنے کے لیے اکیلا چھوڑ دیا تھا۔"

عنبر اس نوجوان کی فرماں برداری اور نیکی پر عش عش کر اٹھا۔ اب وہ سمجھ گیا کہ بزرگ نے اسے اس کے پاس کیوں بھیجا تھا۔ عنبر نے اسے ساتھ والے شہر کے بارے میں ساری بات بتائی کہ کس طرح اس شہر کے لوگ بدکاریوں میں پھنس گئے تھے اور اس شہر کا سورج غائب ہو گیا ہے اور لوگ عذاب میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

"میرے بھائی! میری تم سے درخواست ہے کہ اس شہر کے لوگوں کی بخشش کے لیے خدا کے حضور دعا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کرو۔ ہو سکتا ہے خدا تمہاری دعا قبول کرے اور اس شہر کا عذاب ٹل جائے۔"

نوجوان کمہار نے کہا:

"بھائی! میں تو ایک گناہگار بندہ ہوں۔ بھلا میری دعا کہاں قبول ہو گی۔"

عنبر نے کہا:

"مجھے یقین ہے تمہاری دعا ضرور قبول ہو گی۔ تم ایک بار دعا کرو۔"

نوجوان نے دریا کے پانی سے وضو کیا۔ دو نفل پڑھے اور پھر خدا کے حضور ہاتھ اٹھا کر عذاب میں گرفتار شہر کے لیے دعا مانگنے لگا۔ دعا مانگنے کے بعد اس نے عنبر سے کہا:

"خدا میری دعا قبول کرے۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔"

عنبر اس کا شکریہ ادا کر کے واپس شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ شہر میں پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ شہر پر سورج چمک رہا تھا اور لوگ گھروں سے نکل کر سورج کی روشنی میں خدا کے حضور سجدے میں گرے ہوئے تھے۔ وہ غار کی طرف آ گیا۔ غار میں سے وہ سب لوگ خدا کی حمد گاتے اور خداوند کریم کا شکر ادا کرتے خوشی خوشی باہر

نکل رہے تھے جو چند لمحے پہلے شدید عذاب میں مبتلا تھے۔ خدا نے بیمار باپ کی دن رات خدمت کرنے والے نوجوان کمہار کی دعا قبول فرما لی تھی اور شہر کے لوگوں کے گناہ معاف کر دیئے تھے۔ عنبر نے عبرت حاصل کی اور خدا کا شکر ادا کر کے دریا کے ساتھ ساتھ چلتا شام کے وقت پرانے شہر موصل کی ایک کارواں سرائے میں آ گیا۔

یہ کارواں سرائے دریائے دجلہ کے کنارے پر تھی۔ یہاں سے بادبانی جہاز ملک روم کو جاتے تھے۔ عنبر نے فیصلہ کیا کہ وہ ملک روم جا کر ناگ اور ماریا کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کا خیال تھا کہ ہو سکتا ہے وہ دونوں اسے وہاں مل جائیں کیونکہ ملک شام اور مصر میں وہ ڈھونڈ چکا تھا اور وہ دونوں اسے نہیں ملے تھے۔ اب ایک ہی ملک روم رہ گیا تھا۔ عنبر نے وہ دن اس کارواں سرائے میں بسر کیے۔ تیسرے روز ایک بادبانی جہاز میں سوار ہو کر ملک روم کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس جہاز پر مسافر سوائے عنبر کے اور نہیں تھا یہ جہاز سامان لے کر روم جا رہا تھا۔ عنبر کو جہاز کے کپتان نے خاص طور پر اجازت دے دی تھی کیونکہ عنبر نے اسے بتایا تھا کہ وہ حکیم ہے اور جڑی بوٹیوں سے بیماروں کا علاج کرتا ہے۔ جہاز کے کپتان نے اس خیال سے عنبر کو جہاز

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پر سوار کرا لیا کہ راستے میں اگر کوئی ملاح بیمار پڑ گیا تو عنبر اس کا علاج وغیرہ کر سکے گا۔ جہاز ایک روز دریائے دجلہ میں سفر کرتا رہا۔ دوسرے روز صبح صبح وہ بحیرۂ روم میں داخل ہو گیا اس جہاز کو بحیرۂ روم میں دس دن کے سفر کے بعد ملک روم کی ایک بندرگاہ پر پہنچنا تھا۔ ہوا موافق تھی۔ موسم خوشگوار تھا۔ جہاز کے بادبان ہوا میں پھولے ہوئے تھے اور وہ بڑے سکون کے ساتھ سمندر میں اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔

سمندر میں سفر کرتے ہوئے جب شام ہو گئی اور بادبانی جہاز پر چراغ روشن کر دیئے گئے تو عنبر کو جہاز کے کپتان نے اپنے کیبن میں بلایا اور ایک پرانی کتاب دکھائی جس کی جلد نسواری رنگ کے چمڑے کی تھی اور ورق زرد ہو کر پھٹ گئے تھے۔

کپتان نے کہا:

"میں تمہیں ایک خاص راز بتانے لگا ہوں جو اب تک میں نے کسی کو نہیں بتایا۔ یہ کتاب مجھے ایک جزیرے کے پرانے کھنڈروں میں زمین میں دبی ہوئی ملی تھی۔ اس کی تحریر عبرانی زبان کی ہے جو میں نہیں پڑھ سکتا۔ میں نے دمشق کے ایک یہودی سے پڑھوائی تو معلوم ہوا کہ اس کتاب میں لکھا ہے

کہ آج سے چار ہزار سال پہلے جہاں آج کل بحرالکاہل ہے وہاں ایک شہر آباد تھا۔ شہر بڑا خوش حال تھا اور لوگ دولت میں کھیلتے تھے۔ لوگوں نے گھروں میں سونے کی اینٹیں جمع کر رکھی تھیں۔ یہ سونا شہر کے قریب ہی سمندر میں ایک جزیرے کی کان سے نکلتا تھا۔ پھر ایک رات بڑا خوفناک زلزلہ آیا۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ یہ زلزلہ نہیں بلکہ قیامت تھی زمین پھٹ گئی۔ پہاڑ وادیاں شہر اور مکان اس میں غرق ہو گئے۔ پھر سمندر اوپر آ گیا اور شہر کی ساری زمین اور پہاڑ سمندر کے نیچے چلے گئے۔ وہ جزیرہ بھی غرق ہو گیا جہاں سونے کی کان تھی۔ کتاب میں لکھا ہے کہ جس وقت یہ قیامت آئی اس وقت چار آدمی ایک کشتی میں سونے کی بے شمار اینٹیں لاد کر شہر لا رہے تھے۔ جب زلزلہ آیا تو وہ کشتی واپس لے کر بھاگ گئے کہتے ہیں کہ اس شہر کے صرف وہی چار آدمی زندہ بچے جن کے پاس سونے کا انبار تھا۔"

عنبر نے پوچھا:

"پھر وہ لوگ کہاں گئے؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کپتان نے کہا:

"اسی کتاب میں درج ہے کہ وہ چاروں آدمی ملک روم کے ساحل پر اُتر گئے۔ یہاں انہوں نے سمندری چٹانوں کے پاس ایک چھوٹا سا قلعہ تعمیر کیا اور اپنی ساری دولت سارا سونا اس قلعے میں کسی جگہ دفن کر کے وہیں رہنے لگے"

کپتان خاموش ہو گیا۔

عنبر نے پوچھا:

"پھر یہ لوگ کہاں گئے؟"

کپتان نے کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"اس کے آگے کتاب کے ورق پھٹ گئے ہیں۔ یہ کتاب اس کے بعد ان لوگوں کا حال نہیں بتاتی۔ لیکن سونے کا وہ انبار! سونے کی وہ ساری اینٹیں اسی قلعے میں زمین کے اندر دفن ہوں گی۔ ظاہر ہے وہ لوگ مر کھپ گئے ہوں گے اور سونا وہیں دفن ہو گا۔"

عنبر کہنے لگا:

"اب تم کیا چاہتے ہو؟"

کپتان نے مکاری سے مسکراتے ہوئے کہا:

"مجھے یہ کتاب دو مہینے ہوئے ہاتھ لگی ہے۔ میں تب سے کسی قابل اعتبار ساتھی کی تلاش میں تھا۔ ایک ایسے ساتھی کی تلاش میں جو جڑی بوٹیوں کے بارے میں کافی معلومات رکھتا ہو۔ کیوں کہ میں نے بڑے بوڑھوں سے سن رکھا ہے، کہ جس زمین میں سونا دفن ہو وہاں جھاڑیوں اور جڑی بوٹیوں پر ایک خاص قسم کا رنگ آ جاتا ہے اور ان میں سے ایک خاص قسم کی خوشبو نکلتی ہے جسے صرف کوئی جڑی بوٹیوں کا ماہر ہی پہچان سکتا ہے۔ جب تم نے مجھے بتایا کہ تم جڑی بوٹیوں کے ماہر ہو تو میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ سونے کی تلاش کی اس مہم میں مجھے جس ساتھی کی ضرورت تھی وہ مجھے مل گیا ہے۔"

"سونے کی تلاش؟" عنبر نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں" کپتان مسکرایا۔ "میں سونے کے اس بے بہا خزانے کو تلاش کرنا چاہتا ہوں جسے آج سے چار ہزار سال پہلے بحر الکاہل کے غرق شدہ شہر کی تباہی سے بچ جانے والے چار آدمیوں نے روم کے ساحل پر ایک قلعے کے اندر دفن کر دیا تھا اور میں چاہتا ہوں کہ اس مہم میں تم میرا ساتھ دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آدھی دولت تمہیں دے دوں گا، پھر تم اپنی باقی عمر عیش و آرام سے گزار سکو گے۔ بتاؤ تمہارا کیا فیصلہ ہے ؟"

عنبر سوچ میں پڑ گیا۔ اسے سونے چاندی کی دولت کے انباروں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اسے تو ماریا اور ناگ کی تلاش تھی۔ اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ خوامخواہ کپتان کے ساتھ سونے کی تلاش میں مارا مارا پھرے۔

کپتان نے کہا:

"ایک اور بات جو میں تمہیں کہنا بھول گیا یہ ہے کہ مجھے تمہاری اس لیے بھی ضرورت ہے کہ جہاں خزانہ دفن ہوتا ہے وہاں اس پر ایک سانپ ضرور پہرہ دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ سانپ نظر نہیں آتا اور جو آدمی خزانے کو حاصل کرنے آتا ہے اسے ڈس کر ہلاک کر دیتا ہے، لیکن جو آدمی جڑی بوٹیوں کا ماہر ہو وہ کسی خاص بوٹی کا سفوف پھینک کر خزانے کے سانپ کو بے سدھ کر دیتا ہے۔"

خزانے کے سانپ کے خیال سے عنبر کو ناگ کا خیال آ گیا۔ خزانے پر جو سانپ بیٹھا ہوتا ہے وہ اس علاقے کے سانپوں کا سرتاج ہوتا ہے اور اس میں اتنی طاقت ہوتی ہے

کہ وہ دور دراز کا حال بتا دے۔ عنبر نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہ خزانے کا سانپ اسے ناگ کے بارے میں بتا دے کہ وہ کہاں ہے اور اس سے کس جگہ ملاقات ہو سکتی ہے۔

اس نے کپتان سے کہا:

"میں تمہارے ساتھ اس مہم پر جانے کو تیار ہوں۔"

کپتان بڑا خوش ہوا۔ اس نے عنبر کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"میری طرف سے تم بے فکر رہو دوست! میں بد دیانتی نہیں کروں گا۔ سونا مل گیا تو سب سے پہلے اس میں سے تمہارا حصّہ نکال کر تمہیں دوں گا۔"

عنبر نے پوچھا:

"کیا تمہیں یقین ہے کہ سونا اسی جگہ دفن ہو گا؟"

"میرا دل کہتا ہے کہ سونے کا خزانہ اسی قلعے میں دفن ہے اور وہ ہمارا انتظار کر رہا ہے۔"

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ زندہ لاش بن گیا

ناگ شیلا اور ہوسٹس کے کمرے کے روشن دان میں سے باہر نکل گیا اس کے کاندھوں پر اب امبا دیوی کی مورتی کی واپسی کی ذمے داری تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے چالیس روز کے اندر اندر امبا دیوی کی مورتی شیلا کو واپس لا کر نہ دی تو اس کے خاندان کے لوگ ایک ایک کر کے مرنا شروع ہو جائیں گے اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ شیلا اور اس کی ممی اور گھر کے دوسرے روز چالیس روز کے بعد ایک ایک کر کے مر جائیں گے۔ شیلا کے گھر میں انسپکٹر رومیش کے آنے سے پہلے اس کو شیلا نے بتایا تھا کہ دکن کے شہر میں جہاں ایلورا کے پرانے غار ہیں وہاں سے کچھ فاصلے پر ہزار برس پہلے ایک مندر ہوا کرتا تھا جو بڑے بڑے پتھر کاٹ کر بنایا گیا تھا اور جہاں پورن ماشی کی رات کو ایک کنواری لڑکی کو امبا دیوی کے بت کے آگے قربان کر دیا جاتا تھا۔ ناگ کو اب اس ہزار سال پرانے مندر کی تلاش تھی، کیوں کہ اس پرانے مندر میں امبا دیوی کا بت ہوا کرتا

تھا جس کی مورتی شیلا کے گھر سے چوری ہو گئی تھی۔ ایک اور بات یہ تھی کہ امبا دیوی کی مورتی کی چوری کے ساتھ ہی ماریا بھی گم ہو گئی تھی۔ ایک طرح سے ناگ کو امبا دیوی کی مورتی کے ساتھ ساتھ ماریا کی بھی تلاش تھی اور اسے امید تھی کہ اس ہزار سالہ پرانے مندر سے اگر مورتی کی چوری کا کچھ سراغ ملے گا تو ماریا کے بارے میں بھی کچھ معلومات مل سکیں گی۔ کیوں کہ جب سے مورتی غائب ہوئی تھی، ماریا بھی غائب تھی۔ خدا جانے مورتی کی چوری میں کون سا راز چھپا ہوا تھا اور ماریا کے ساتھ کیا گزری تھی اور وہ کہاں تھی۔

ناگ کی منزل حیدر آباد دکن تھی۔ دکن میں مسلمانوں کی بہت زیادہ آبادی تھی۔ یہ ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست تھی۔ کبھی اس ریاست پر نواب حیدر آباد حکومت کرتا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد بھارتی فوج نے اس پر حملہ کر دیا۔ ٹینک لے کر دکن میں آ گئے۔ مسلمانوں کا قتل عام کیا اور حیدر آباد دکن پر قبضہ کر لیا۔ اب یہ ریاست بھارت کا حصہ تھی اور اب بھی وہاں مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ تھی۔ بڑی خوب صورت کشادہ تاریخی مسجدیں اور قلعے تھے۔ چونکہ حکومت ہندو کی تھی اس لیے مسلمان بے چارے دب کر رہتے تھے اور ہندو مسلم فساد ہوتے ہی رہتے تھے۔ فسادات میں مسلمانوں کا بہت جانی اور مالی نقصان ہوتا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھا، کیوں کہ ہندو سکھ فوج وہاں کے مسلمانوں کو قتل کرنے، ان کے گھروں کو آگ لگانے میں وہاں کے ہندوؤں کا ساتھ دیتی تھی۔

ناگ پرندے کی شکل میں رات کے وقت بمبئی شہر کی روشن عمارتوں اور سڑکوں کے اوپر اڑ رہا تھا۔ وہ سیدھا ریلوے سٹیشن پر آ گیا۔ ائر پورٹ پر پولیس موجود تھی اور ناگ خواہ مخواہ وہاں ایک بار پھر وہی سین نہیں دہرانا چاہتا تھا۔ ریلوے سٹیشن پر کئی پلیٹ فارموں پر ریل گاڑیاں کھڑی تھیں اور مسافر ان میں سوار تھے۔ ناگ سٹیشن کے اندر ایک سیڑھیوں والے پُل پر اُتر گیا۔ یہاں اس نے انسانی شکل اختیار کی اور سیڑھیاں اُتر کر پلیٹ فارم پر آ گیا۔ ریل گاڑی پر جھانسی لکھا تھا۔ ناگ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ حیدر آباد دکن کو گاڑی کہاں سے اور کب جائے گی۔

اس آدمی نے کہا:

"حیدر آباد جانے کے لیے آپ اسی گاڑی میں سوار ہو جائیں راستے میں ایک سٹیشن آئے گا گنج باسودہ وہاں سے آپ کو حیدر آباد جانے والی ٹرین مل جائے گی۔"

ناگ یہی چاہتا تھا۔ اس کے پاس نہ تو بھارتی پیسے تھے اور نہ ٹکٹ تھا وہ ٹرین میں سوار ہو گیا۔ پلیٹ فارم پر پولیس کے

دو تین سپاہی ادھر اُدھر پھر رہے تھے مگر ناگ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ ٹرین چل پڑی۔ کچھ مسافر سو رہے تھے، اور باقی مسافروں نے ٹرین کے شہر سے باہر نکلتے ہی اونگھنا شروع کر دیا۔ اب ناگ نے ڈبے کا جائزہ لیا۔ یہ تھرڈ کلاس کا ڈبہ تھا اور اس میں زیادہ رش نہیں تھا۔ بعض مسافر سیٹوں پر لیٹے ہوئے تھے۔ برتھ پر بھی مسافر بیٹھے تھے۔ ناگ نے دیکھا کہ کونے والی سیٹ پر ایک جوگی سیٹ پر آلتی پالتی مارے بیٹھا ہے اس کی آنکھیں بند ہیں۔ سر کے لمبے بال کھلے ہیں۔ گلے میں منکوں کی مالائیں ہیں۔ ہاتھوں میں منکوں والے کنگن ہیں اور لمبی ڈاڑھی ہے۔ ہندوستان میں اس قسم کے سادھو اور جوگی لوگ قدم قدم پر ملتے ہیں اس لیے ناگ نے کوئی خاص نوٹس نہ لیا۔ مگر جوگی نے چوری نظروں سے اسے دیکھ لیا تھا۔

یہ جوگی ہمالیہ کے پہاڑوں میں چودہ برس تک ریاضت کرتا رہا تھا اور آدمی کو ایک نظر میں دیکھ کر پہچان جاتا تھا کہ وہ کون ہے۔ ناگ جب ڈبے میں داخل ہوا ہی تھا تو جوگی نے اس کے چہرے پر ایک خاص بات دیکھ لی تھی اور سمجھ گیا تھا کہ یہ شخص کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ اب وہ اپنی چودہ سال کی ریاضت کے تجربے کو کام

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں لاتے ہوئے یہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ آدمی ہے کون اور اس میں خاص بات کیا ہے۔ مگر اس کی ریاضت چودہ سالہ تجربہ اس کی مدد نہیں کر رہا تھا۔

ٹرین بمبئی شہر سے باہر نکل کر اب ایک جنگل میں سے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ گزر رہی تھی۔ اسی طرح کئی چھوٹے چھوٹے سٹیشن آئے اور گزر گئے۔ ناگ خاموش بیٹھا، ماریا، عنبر اور امبا دیوی کی مورتی کے بارے میں سوچتا رہا اور جوگی یہ غور کرتا رہا کہ یہ آدمی اصل میں کون ہے۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے بعد پو پھٹنے والی تھی۔ یہ ٹرین ایسی تھی کہ اس میں دو ڈبوں کے درمیان اندر ہی اندر راستہ بنا ہوا تھا اور مسافر چلتی ٹرین میں ایک ڈبے سے دوسرے ڈبے میں جا سکتے تھے۔ فرسٹ اور سیکنڈ کلاس میں رات کو ٹی ٹی ٹکٹ چیک کرنے نہیں آتے مگر تھرڈ کلاس پر وہ جس وقت چاہیں حملہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اس ڈبے میں بھی ایک ٹکٹ چیکر آ گیا۔

ناگ نے اسے دیکھا تو دل ہی دل میں اسے کوسنے لگا کہ یہ کم بخت اس وقت کہاں سے آ گیا۔ خواہ مخواہ اسے بک بک جھک جھک کرنی پڑے گی۔ ٹکٹ چیکر سوئے ہوئے مسافروں کو جگا جگا کر ٹکٹ دیکھ رہا تھا۔ بڑا بدتمیز چیکر تھا۔

مسافروں کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آ رہا تھا۔ جب وہ جوگی کے پاس آیا تو اس نے ٹکٹ پوچھا،

جوگی نے کہا،

'بابا! ہم جوگی لوگ ٹکٹ نہیں خریدا کرتے۔'

چیکر بولا:

'جوگی ہو گے تم اپنے گھر۔ مجھے اگر ٹکٹ نہیں دکھاؤ گے تو میں اگلے سٹیشن پر نیچے اتار دوں گا۔'

جوگی نے کہا:

'بابا! ہم سادھو سنیاسی ہیں۔ ہم گنگا اشنان کرنے جا رہے ہیں۔ تم ہمیں گاڑی سے اتار دو گے تو یہ گاڑی نہیں چلے گی۔'

چیکر نے جوگی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا،

'میری ۲۰ سال کی سروس ہو گئی ہے۔ تم ایسے ہزاروں جوگی بابا دیکھے ہیں۔ مجھے ٹکٹ دکھاؤ نہیں تو پیسے نکالو اور میں بمبئی سے سیتاپوری جنکشن تک کا ٹکٹ بنا دوں گا۔ اگر پیسے نہیں ہیں تو اگلے سٹیشن پر نیچے اتر جاؤ۔'

جوگی مسکرایا:

'بابا لوگ! ہم کسی سے ناراض نہیں ہوا کرتے، مگر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جب کوئی ہمیں تنگ کرتا ہے تو ہم اسے معاف نہیں کیا کرتے۔ ہم گنگا اشنان کرنے جا رہے ہیں۔ ہمارا راستہ نہ روکو۔ ہمارے پاس نہ ٹکٹ ہے اور نہ ٹکٹ خریدنے کے پیسے ہیں۔"

چیکر نے کہا:

"تو پھر اگلے سٹیشن پر نیچے اترنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

اس کے بعد وہ دوسرے مسافروں کے ٹکٹ چیک کرتا ہوا ناگ کے پاس آ گیا۔

"ٹکٹ دکھاؤ جی۔"

ناگ نے کہا:

"میں جلدی میں تھا۔ ٹکٹ خریدنے کا وقت نہیں تھا۔"

چیکر نے بھنویں چڑھاتے ہوئے کہا:

"تو پھر نقد تاوان نکالو۔ یعنی ٹکٹ کے پیسے بمعہ جرمانے کے نکالو۔"

ناگ نے کہا:

"اس وقت تو میرے پاس پیسے بھی نہیں ہیں۔"

چیکر نے ناگ کو بدتمیزی سے کہا:

"تو میں تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں کہ تمہیں اس ٹرین میں بٹھا کر سیر کراتا پھروں۔"

پھر غصے میں بولا:

"نکالو پیسے۔"

ناگ نے بڑے ٹھنڈے دل سے کہا:

"میں نے آپ سے کہہ دیا نا کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ اگر پیسے ہوتے تو میں ٹکٹ ضرور خرید لیتا۔ میں نے کبھی بغیر ٹکٹ کے سفر نہیں کیا۔"

جوگی بھی ناگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

چیکر نے بدتمیزی سے کہا:

"تم تو مجھے عادی چور لگتے ہو۔ ٹھہر جاؤ۔ اگلے سٹیشن پر تمہیں پولیس کے حوالے کرتا ہوں۔"

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔

بدتمیز جاہل چیکر ناگ کو برا بھلا کہتا رہا اور دوسرے مسافروں کو مخاطب کر کے بولا:

"یہ اور وہ جوگی۔ دونوں چور ہیں۔ سرکاری خزانے پہ ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ بغیر ٹکٹ کے سفر کرتے ہیں میں تو ان کی کھال کھنچوا دوں گا۔"

ناگ کو غصہ تو بہت آیا مگر وہ غصے کو پی گیا۔ لیکن چیکر بک بک کیے جا رہا تھا۔ اگلا سٹیشن بھی ابھی نہیں آ رہا تھا۔ اب ناگ کو بھی غصہ آ گیا۔ وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھیں کوبرا سانپ کی طرح

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سرخ انگارہ بن گئیں اور ان میں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ اس کی سانس سانپ کی پھنکار بن گئی۔ اس نے چیکر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور سانپ ایسی پھنکار کے ساتھ کہا:

"الو کے پٹھے! کیا چاہتا ہے تو؟ کیوں بک بک بند نہیں کرتا؟"

اب ٹکٹ چیکر کے ہوش ٹھکانے آئے۔ ناگ کی انگارہ آنکھوں میں اسے سانپ کے پھن لپک لپک کر اپنی طرف آتے دکھائی دے رہے تھے۔ تھر تھر کانپنے لگا۔۔۔۔ ہاتھ باندھ کر بولا:

"مہاراج معاف کر دیں۔ غلطی ہو گئی مہاراج۔ اب کبھی ٹکٹ نہیں مانگوں گا۔"

لیکن ناگ کا پارہ چڑھ چکا تھا۔

اس نے کہا:

"تم نے مجھے چور کہا ہے۔ میں تمہیں اس کا مزہ چکھاؤں گا۔"

ناگ نے بجلی ایسی تیزی کے ساتھ ہوا میں ہاتھ پھیلایا اور گرج کر کہا:

"اے ناگ منی! اپنا بچہ بھیج اس کے لیے۔"

اور اس کے ہاتھ میں ایک سبز سانپ نکلنے لگا۔

یہ سانپ ہوا میں سے اڑ کر اس کے ہاتھ میں آیا تھا ناگ نے وہ سانپ ٹکٹ چیکر کی گردن پر دے مارا سانپ نے چیکر کی گردن جکڑ لی اور وہ گر پڑا اور خوف کے مارے اس کی آواز بند ہو گئی۔

ناگ نے چیخ کر سانپ سے کہا:

"ناگ منی کے بیٹے! اسے ہلاک مت کرنا۔"

ڈبے کے سارے مسافر جاگ پڑے تھے اور یہ تماشہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ ٹکٹ چیکر ڈبے کے فرش پر پڑا تھا۔ اس کی گردن میں سبز سانپ پھنکار رہا تھا۔ چیکر کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا اور پسینے چھوٹ رہے تھے۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ رکھے تھے اور ناگ سے اپنی گستاخی اور بدتمیزی کی معافی مانگ رہا تھا۔ مگر اس کی آواز حلق سے باہر نہیں آ رہی تھی۔

جوگی اس کھیل کو بڑی گہری دلچسپی سے تک رہا تھا۔ اسے پہلے ہی شک تھا کہ یہ نوجوان غیر معمولی طاقت رکھتا ہے۔ اب اس کا شک یقین میں بدل گیا تھا۔ ڈبے میں ہندو مسافر تھے جنہوں نے ناگ کو دیکھ کر "ناگ منی کی جے" کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ وہ ناگ کو ناگ منی سمجھ گئے تھے۔

جب ناگ نے دیکھا کہ اب ٹکٹ چیکر کی موت قریب ہے اور دہشت کے مارے اس کا دم نکل جائے گا تو اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے ہاتھ پھیلا کر کہا:

"ہے ناگ منی کے بیٹے! واپس اپنے گھر چلا جا!"

سبز سانپ نے ٹکٹ چیکر کی گردن کو چھوڑ دیا اور فضا میں غائب ہو گیا۔ لوگوں نے ایک بار پھر "ناگ منی کی جے ہو" کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ ٹکٹ چیکر کی پتلون ڈھیلی ہو گئی تھی۔ اس سے پتلون اوپر نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ ٹرین ایک سٹیشن پر رک گئی۔ ٹکٹ چیکر نے باہر چھلانگ لگا دی اور پیچھے ڈبوں کی طرف پتلون ہاتھوں میں تھامے بھاگنے لگا۔

جب ٹرین دوبارہ روانہ ہوئی تو جوگی نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"بچہ! ہم نے تمہاری کرامت دیکھی۔ تو ہمیں کوئی سانپوں کا جادوگر لگتا ہے۔ مگر ہم تجھ سے خوش ہیں۔ تم نے ایک پاپی بندے کو اچھا سبق سکھایا ہے کیا تم میرے پاس آ کر نہیں بیٹھو گے؟"

ناگ نے دور ہی سے جوگی کی طرف دیکھ کر کہا:

"میں اسی جگہ ٹھیک ہوں جوگی بابا! آپ کی تعریف کا شکریہ۔"

جوگی نے کہا:

"تم بڑی اچھی اردو بولتے ہو۔ کیا تم مسلمان ہو؟"

ناگ نے کہا:

"ہاں — میں اب مسلمان ہوں پہلے کافر تھا۔ پھر خدا نے مجھے اسلام کی روشنی دکھائی اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔"

جب ٹرین کے ہندو مسافروں کو پتہ چلا کہ جس شخص کو وہ ناگ منی سمجھ رہے تھے۔ وہ مسلمان ہے تو انہوں نے نفرت سے منہ پھیر لیے۔ جوگی پر لیکن اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے مسکرا کر ناگ سے پوچھا:

"مگر بچہ! مسلمان ناگ منی کو نہیں پکارا کرتے تم نے ناگ منی کو پکارا تھا اور ناگ منی نے تمہیں اپنا سانپ بھیج بھیجا تھا۔"

ناگ نے کہا:

"یہ ایک راز ہے جو تم اگر کوہ ہمالیہ میں جا کر مزید چودہ سال ریاضت کرو تب بھی تمہیں معلوم نہ ہو سکے گا۔"

اس کے بعد جوگی نے ناگ سے کوئی بات نہ کی مگر وہ برابر گہری نظروں سے ناگ کو تکتا رہا۔ صبح کے وقت گنج باسودہ کا جنکشن آ گیا۔ یہاں ناگ اتر گیا۔ اسے یہاں حیدرآباد کے لیے ٹرین تبدیل کرنی تھی۔ یہاں ہندو لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور اسے حیرت سے تکنے لگے۔ کچھ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہندوؤں نے 'ناگ منی کی جے ہو' اور کچھ نے 'یہ مسلمان ہے اسے مار ڈالو' کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ ناگ پریشان ہو کر وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ لوگوں کو ناحق تنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر وہ بھی مقابلے پر اتر آیا یہاں دس بارہ انسانوں کا خون ہو جائے گا۔ ناگ نے اس سے یہی بہتر سمجھا کہ وہاں سے چلا جائے اور اگلے سٹیشن پر جا کر حیدر آباد جانے والی ٹرین پکڑے۔ وہ حیدر آباد دکن کو جانے والی ریلوے لائن پر چلنے لگا۔ لوگ کچھ دور تک اس کے پیچھے پیچھے آئے پھر واپس مڑ گئے۔ ناگ اکیلا رہ گیا تو اس نے گہرا سانس لیا اور پرندہ بن کر اڑ گیا۔ فضا میں وہ ریل کی پٹڑی کے بالکل اوپر اڑ رہا تھا جب اسے دور اگلے سٹیشن کے سگنل کے کھمبے دکھائی دیئے تو وہ نیچے اتر آیا۔ انسانی شکل بدلی اور لائن کے ساتھ ساتھ چلتا ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر آ گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا سٹیشن تھا اور کچھ لوگ گٹھڑیاں سنبھالے ٹرین کے انتظار میں وہاں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

دس پندرہ منٹ کے بعد ٹرین آ گئی۔ ناگ بھی اس ٹرین میں دوسرے مسافروں کے ساتھ سوار ہو گیا اور ٹرین اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔ ریل گاڑی سارا دن چلتی رہی۔ پھر شام ہو گئی۔ جب رات کے گیارہ بجے تو ٹرین حیدر آباد

کے بہت عالی شان ریلوے سٹیشن کے بہت بڑے پلیٹ فارم پر آ کر رک گئی۔ ناگ بھارت کی اس سب سے بڑی مسلمان ریاست کے سب سے بڑے شہر کے ریلوے سٹیشن پر پہلی بار آیا تھا۔ اس نے اترتے ہی ایک آدمی سے پوچھا کہ ایلورا کے غار یہاں کس مقام پر ہیں؟

'اس کے لیے تمہیں اورنگ آباد جانا ہو گا'

اورنگ آباد کو گاڑی صبح کے وقت جاتی تھی۔ ناگ ریلوے سٹیشن کے اندر ہی رہا۔ صبح آٹھ بجے وہ اورنگ آباد جانے والی ٹرین میں سوار ہو گیا۔ یہاں آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ ایک دن پہلے بارش ہوئی تھی۔ ٹرین کھیتوں میں سے گزر رہی تھی۔ کہیں کہیں بارش کا پانی کھڑا تھا۔ ٹرین اورنگ آباد کے ریلوے سٹیشن پر ٹھہر گئی۔ یہ بھی کافی بڑا ریلوے سٹیشن تھا۔ ناگ ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ کیوں کہ اس کے پاس ٹکٹ نہیں تھا۔ وہ سٹیشن کے گیٹ پر سے نکل کر نہیں جا سکتا تھا۔ کافی آگے جا کر وہ ایک چھوٹی دیوار پھاند کر شہر کی ایک سڑک پر آ گیا۔ اب وہ شہر کے اندر تھا۔ ایلورا کے غار یہاں سے کافی دور ایک جنگل میں بہت بڑے پہاڑ کے غار میں بنے ہوئے تھے۔ ناگ ان غاروں کی طرف روانہ ہو گیا۔ جس وقت وہ پہاڑ کے قریب جنگل میں پہنچا تو دوپہر ڈھل

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چکی تھی اور ہلکی ہلکی رم جھم شروع ہو گئی تھی۔

ناگ کے پاس امبا دیوی کی مورتی تلاش کر کے شیلا کو واپس دینے اور ناریا کا سراغ لگانے میں صرف اٹھائیس دن باقی رہ گئے تھے۔ دو دن سفر میں گذر گئے تھے۔ وہ ان اٹھائیس دنوں کے اندر اندر مورتی تلاش کر کے شیلا کو واپس دے کر اس کے خاندان کے لوگوں کو موت کے منہ سے بچانا چاہتا تھا۔ ناگ اس پرانے مندر کے کھنڈروں کو ڈھونڈنے لگا جو ایک ہزار برس پہلے اسی جنگل میں کسی جگہ پر پہاڑ کے پتھروں کو تراش کر بنایا گیا تھا۔

وہ ایلورا کے غاروں کے قریب اس مندر کو کھوجنے لگا دن کی روشنی کم ہونے لگی تھی۔ ہلکی ہلکی بارش اسی طرح ہو رہی تھی۔ جنگل میں اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا۔ اور پرندے درختوں میں بسیرا کرتے وقت شور مچا رہے تھے۔ ناگ جنگل میں ایک پگ ڈنڈی پر جا رہا تھا۔ اس کے دونوں جانب گھنا جنگل اور سیاہ پہاڑوں کی سرسبز ڈھلانیں تھیں۔ کسی وقت جنگل کے درمیان سے کسی شیر کی ہلکی سی گرج سنائی دے جاتی تھی۔ اسی طرح چلتے چلتے اندھیرا ہو گیا۔ رات پڑ گئی مگر ناگ کو پرانے مندر کے کھنڈر کہیں بھی نہ ملے۔

وہ واپس شہر اس خیال سے لوٹنے لگا کہ دوسرے روز دن کی روشنی میں یہاں آ کر مندر کو ڈھونڈے گا کہ اچانک

اسے کسی عورت کی چیخ کی آواز سنائی دی۔

ناگ وہیں رک گیا۔ چیخ کی آواز جنگل کی طرف سے آئی تھی۔ ناگ پگ ڈنڈی سے اتر کر جنگل میں جدھر سے چیخ کی آواز آئی تھی۔ ادھر کو چل پڑا۔ تھوڑی دور گیا ہو گا کہ اسے ایک جھونپڑی نظر آئی۔ اس جھونپڑی میں دیا جل رہا تھا اور دروازہ کھلا تھا۔ یہ گھاس پھوس کی جھونپڑی تھی اور اس کے گھاس پھوس پر سے بارش کا پانی ٹپک رہا تھا۔

ناگ نے قریب جا کر آواز دی:

'کون ہے؟'

جھونپڑی میں سے آواز آئی:

'تم جس چیز کی تلاش میں یہاں آئے ہو وہ تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔ جان پیاری ہے تو یہیں سے الٹے پاؤں واپس چلے جاؤ۔'

ناگ چپ سا ہو کر رہ گیا۔ یہ جھونپڑی میں کون بیٹھا تھا کہ جس کو اس کے دل کا سارا حال معلوم ہو گیا تھا لیکن وہ بالکل نہ گھبرایا۔ کیوں کہ اس قسم کی باتوں سے وہ پہلے بھی واقف تھا۔

اس نے کہا:

'میں کس چیز کی تلاش میں آیا ہوں اس کو چھوڑو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور ابھی ابھی کس عورت کی چیخ کی آواز جنگل میں گونجی تھی؟"

جھونپڑی سے پھر وہی آواز بلند ہوئی۔ اب اس آواز میں سرزنش تھی:

"اچھا۔ اگر تم یہ معلوم ہی کرنا چاہتے ہو تو یہ لو۔"

اور اس کے ساتھ ہی جھونپڑی میں سے آگ کا ایک روشن گولا اچھل کر باہر نکلا اور بجلی کی تیزی کے ساتھ ناگ کے اردگرد گردش کرنے لگا۔ ناگ ابھی سنبھل بھی نہ سکا تھا کہ آگ کی وجہ سے وہاں سفید دھواں بلند ہوا جس نے ناگ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ دھوئیں سے ناگ کا دم گھٹنے لگا۔ اس نے سانس لینے کی کوشش کی تو اسے محسوس ہوا کہ وہ سانس نہیں لے سکتا۔ ناگ کے سانس کھینچنے کی طاقت زائل ہو گئی تھی۔

آگ کا گولا بجھ کر غائب ہو گیا اور سفید دھواں فضا میں گم ہو گیا۔ جنگل میں گہری خاموشی چھا گئی۔ درختوں کے پتوں پر بارش کے قطروں کے گرنے کی ہلکی ہلکی آواز کے سوائے وہاں کوئی آواز نہیں تھی۔ جھونپڑی میں بھی سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ناگ نے سانس لینے کی کوشش کی مگر وہ یہ دیکھ کر بے حد پریشان ہو گیا کہ وہ سانس کو نہ اوپر کھینچ سکتا تھا اور نہ باہر پھینک سکتا تھا۔ سانس کھینچ کر ہی وہ اپنی شکل تبدیل

کرتا تھا۔ اب وہ بے بس تھا۔ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ جھونپڑی سے نکلنے والے آگ کے گولے کے دھوئیں نے اس کی ساری طاقت سلب کر لی تھی۔ وہ ناگ دیوتا سے ایک عام کمزور آدمی بن کر رہ گیا تھا۔ چونکہ وہ بنیادی طور پر ایسا سانپ تھا جو سانس لیے بغیر کئی سو برس تک زندہ رہ سکتا تھا اس لیے وہ مر تو نہیں سکتا تھا مگر اس کی طاقت چاہے وقتی طور پر ہی سہی ختم ہو گئی تھی۔ اس کے سارے ہوش حواس قائم تھے اور باقی جسم بھی بالکل ٹھیک ٹھاک تھا مگر اب وہ مصیبت کے وقت سانس اندر کھینچ کر نہ تو پرندہ بن کر اڑ سکتا تھا نہ کوئی دوسری شکل اختیار کر سکتا تھا اور نہ سانپ بن کر کسی کو ڈس سکتا تھا۔ ایسی مشکل اسے ہزاروں سال کی زندگی میں پہلی بار پڑی تھی۔ وہ اب یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جس شخص نے اس پر اتنا زبردست جادو کیا ہے وہ کون ہے؟

ناگ جھونپڑی کی طرف بڑھا۔ اس نے اندر جھانک کر دیکھا۔ جھونپڑی میں ایک دیا روشن تھا۔ اس کی روشنی میں جھونپڑی خالی تھی۔ ناگ جھونپڑی کے اندر چلا گیا۔

اس نے آواز دی:

"تم کون ہو۔ اور تم نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا ہے؟ اگر تم جانتے ہو کہ میں کس چیز

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی تلاش میں آیا ہوں تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر میں نے اڑتیس دنوں کے اندر اندر وہ چیز حاصل نہ کی تو ایک ہنستے بستے کنبے کے سارے لوگ موت کی نیند سو جائیں گے۔"

جھونپڑی میں گہری خاموشی تھی۔ ناگ کے سوال کا کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ جو آواز اسے پہلے سنائی دی تھی اب جیسے کہیں سمندر کی گہرائیوں میں گم ہو گئی تھی۔ ناگ کو جھونپڑی کی پچھلی دیوار میں روشنی کا ایک دائرہ سا بنتا دکھائی دیا۔ یہ دائرہ پھیل رہا تھا۔ ناگ اسے غور سے تکنے لگا۔ دائرہ پھیلتے پھیلتے ایک جگہ پر آکر رک گیا۔ اس دائرے کے اندر روشنی کی دھند سی چھائی ہوئی تھی اور ناگ کو سوائے اس دھند کے اور کوئی شے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ روشنی کے اس دائرے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ وہی آواز پھر ابھری:

"اگر تم ماضی کے بھید جاننا چاہتے ہو تو اس روشنی کے دائرے کے اندر آجاؤ۔"

ناگ نے کہا:

"مگر پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے میری طاقت کیوں ختم کر دی ہے۔ میرا سانس کیوں غائب کر دیا ہے؟"

آواز آئی:

"یہ میں نے نہیں بلکہ کسی اور نے کیا ہے۔ کیا اب بھی تمہیں اس چیز کی تلاش ہے جس کی وجہ سے تمہاری ساری طاقت ختم کر دی گئی ہے؟"

ناگ نے جواب دیا:

"میں اپنی بہن ماریا کی تلاش اور ایک شریف اور بے گناہ خاندان کے لوگوں کو مرنے سے بچانے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ اگر میری جان بھی چلی جائے گی تو مجھے کوئی پروا نہیں ہو گی۔"

آواز جیسے دور سے سنائی دی:

"واپس چلے جاؤ۔ واپس چلے جاؤ۔ واپس چلے جاؤ۔ جان بچاؤ۔ جان بچاؤ۔"

یہ کہتے کہتے آواز دور ہوتی غائب ہو گئی۔ ناگ نے دیکھا کہ جھونپڑی کی دیوار پر روشنی کا دائرہ بھی چھوٹا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ جھونپڑی کی پُر اسرار آواز نے کہا تھا اگر ماضی کا بھید معلوم کرنا چاہتے ہو تو روشنی کے اس دائرے میں داخل ہو جاؤ۔ ناگ کے دل میں خیال آیا کہ ابھی روشنی کا ایک دائرہ باقی رہ گیا ہے اگر یہ بھی غائب ہو گیا تو ہو سکتا ہے کہ امبا دیوی کی مورتی اور ماریا کا اسے پھر کبھی سراغ نہ مل سکے۔ اس کی اپنی طاقت ختم ہو چکی تھی وہ طاقت ور ناگ سے ایک چلتی پھرتی زندہ لاش بن کر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہ گیا تھا جس کا سانس نہ اندر کو جاتا تھا نہ باہر آتا تھا۔ جھونپڑی کی دیوار پہ روشنی کا چھوٹا ہوتا دائرہ ناگ کو امید کی آخری کرن دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بھاگ کر جھونپڑی کی دیوار کی طرف گیا اور اس نے روشنی کے چھوٹے ہوتے دائرے کے اندر چھلانگ لگا دی۔

○

○ روشنی کے دائرے کے اندر ماضی کا کون سا بھید تھا؟
○ امبا دیوی کی مورتی کا کیا ہوا؟
○ ماریا کہاں کھو گئی تھی؟
○ عنبر کی ملاقات ماریا اور ناگ سے کیسے ہوئی؟
○ کیا ناگ کی کھوئی ہوئی طاقت واپس آئی؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو "عنبر ناگ ماریا کی واپسی" کی اگلی قسط نمبر ۵۸ "خفیہ منتر کی تلاش" میں ملیں گے
آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بچوں کیلئے دلچسپ اور خوبصورت ناول

یوسف برادرز
پبلشرز، بک سیلرز